رمضان المبارک

کو

مقبول اور نفع بخش بنانے کے صحیح طریقے





خلیفہ ومجاز

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب ایم ڈی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا حکیم ذکی الدین صاحبؒ پرنابٹی

خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ

خلیفہ ومجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ



رمضان المبارک

کو

مقبول اور نفع بخش بنانے کے صحیح طریقے

حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

خلیفہ ومجاز

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم ادریس حبان رحیمی صاحب ایم ڈی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا حکیم ذکی الدین صاحبؒ پرنابٹی

خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ

خلیفہ ومجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور در بھنگہ (بہار)

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رمضان المبارک کومقبول اورنفع بخش بنانے کے صحیح طریقے

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد علاء الدین صاحب قاسمی

کمپیوٹرو کتابت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبداللہ علاء الدین قاسمی

صفحات--------------------------110

تعداد--------------------------

سنہ اشاعت------------------------2020

قیمت---------------------------

ملنے کے پتے

☆ خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور دربھنگہ (بہار)

☆ مولانا عبدالمجید صاحب قاسمی، صدر: دارالعلوم محمودیہ سلطانپوری (نئی دہلی)

☆ قاری عبدالجبار صاحب استاذ: دارالعلوم محمودیہ سلطانپوری (نئی دہلی)

☆ قاری عبدالعلام صاحب نزد مدینہ مسجد پورانی سیماپوری (نئی دہلی)

☆ قاری مطیع الرحمان صاحب اتوار بازار نزد مدینہ مسجد اگرنگر مبارک پور (نئی دہلی)

Mobile:7654132008/7428151390/9674661519

Pulbisher :

KHANQUAH E ASHRAFIA M.R.A

فہرست مضامین

حرفِ آغاز

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رمضان المبارک کے موضوع پر بہت سی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں ''تاہم ہر گل را رنگ وبوئے دیگر است'' اور ''کل جدید لذیذ'' کے تحت خاکسار نے کچھ تحقیقی مضامین زیرِقلم لانے کی کوشش کی ہے، خدا کرے اس طرزِ تحریر سے قارئین کو رمضان المبارک کے روزوں، تراویح، لیلۃ القدر اور اعتکاف وغیرہ سے متعلق مزید معلومات حاصل ہوں اور ناظرین ان مضامین سے پورا پورا استفادہ کر کے اطمینان خاطر کا سامان کر سکیں، تاکہ ان مسائل کی تعمیل کے لئے خود کو قبل از رمضان پورے طور پر مستعد اور تیار کرنے کی راہ ہموار ہو جائے۔

بلاشبہ رمضان المبارک کا محترم ومقدس مہینہ اپنی بے پایاں رحمتوں برکتوں اور لازوال عظمتوں اور تمام مہینوں پر اپنے مخصوص امتیازات کی بنا پر ہر مومن کے لئے قابل قدر تحفہ اور عظیم نعمت اور تمام مخلوقات کے لئے باعث رحمت ہے، اسی لئے صحابہ کرامؓ اس ماہِ مقدس کا چھ چھ ماہ قبل سے ہی شدت کے ساتھ انتظار فرماتے تھے، اس کی ایک اہم وجہ یہ تھی کہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس ماہِ مبارک کی برکتوں اور رحمتوں کو اپنے دامن مراد میں سمیٹنے کی اللہ سے دعاء فرمائی اور اپنی اس نیک تمنّا کے اظہار کے لئے بارگاہِ ایزدی میں ان الفاظ کے ساتھ استدعاء کی ہے: اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ۔

یا الٰہی رجب اور شعبان میں ہمارے لئے برکت فرما اور آنے والا رمضان عطا فرما۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی آپ کی اتباع فرماتے ہوئے رمضان المبارک کے ایک ایک لمحہ کی قدر کی، تمام معصیتوں سے خود کو محفوظ رکھتے، روزے کا پورا پورا احترام و اہتمام کرتے اور اس ماہِ مبارک کی ایک ایک ساعت کو تلاوتِ کلام اللہ، ذکرواذکار اور قیام اللیل و دیگر اعمال صالحہ سے آباد رکھتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے دنیا سے تشریف لیجانے کے بعد آپ کے نقش قدم پر چلنے والے علماء ربانیین نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح رمضان المبارک کا پورا پورا احترام کیا اور اس کے قیمتی لمحات سے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔

ماضی قریب میں ہمارے اسلاف و مشائخ نے رمضان المبارک کی کتنی قدر کی اور اس کی مبارک ساعتوں سے کس طرح فائدہ اٹھایا اس کی ایک جھلک کتاب ہذا کے مطالعہ سے سامنے آجائے گی۔

راقم السطور نے رمضان المبارک کی عظمت واہمیت، اس کے فضائل و برکات اور شب و روز میں کئے جانے والے اعمال صالحہ اور احکام و مسائل سے متعلق کچھ اہم مضامین سپردِ قلم کردئے ہیں، تاہم اصل ہدف اور نیت یہی ہے کہ ہمارے اعمال رمضان پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام اور آپ کے عشاق صحابہ رضی اللہ عنہم واسلاف کرام کے مبارک طریقہ پر ادا ہوں اور انہیں حضرات کی تعلیمات وہدایات کے مطابق ہم بھی رمضان المبارک کے قیمتی اوقات و ساعات کے قدرداں بن جائیں، تاکہ ہمیں بھی اس ماہِ مبارک کی ہر طرح کی رحمتیں و برکتیں نصیب ہوں اور خداوند قدوس کی جانب سے ہماری اصلاح وہدایت کا صحیح انتظام ہوجائے اور ہم بھی ان حضرات کی طرح فلاحِ دارین کی قیمتی دولت سے سرفراز ہوجائیں۔

بعض حضرات کو یہ اعتراض ہے کہ تراویح کی آٹھ رکعتیں ہیں بیس ثابت نہیں، اس لئے اس ناچیز نے احادیث پاک صحابہ کرام اور ائمہ کرام اور سلف صالحین کے اقوال واعمال کی روشنی میں بیس رکعات تراویح کو مدلل بیان کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ بیس رکعات تراویح کے پابند حضرات کی طرح معترضین بھی مطمئن ہوکر بیس رکعت کا ہی اہتمام کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کی ان نیک تمناؤں کو پوری فرمائے اور اہل سعادت ونجات میں شامل فرمائے۔(آمین!)

(حضرت مولانا) محمد علاء الدین صاحب قاسمی مدظلہ العالی

۱۴/اپریل ۹رجب المرجب ۱۴۴۱ھ

خانقاہ اشرفیہ ومکتبہ رحمت عالم رحمانی چوک پالی گھنشیام پور ضلع دربھنگہ (بہار)

ماہ رمضان نیک اور پرہیزگار بننے کا بہترین زمانہ

رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت ہے، اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انوار وبرکات کا سیلاب آتا ہے اور اس کی رحمتیں موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہیں، مگر ہم لوگ اس مبارک مہینے کی قدرومنزلت سے واقف نہیں، کیونکہ ہماری ساری فکر اور جدوجہد مادّیت اور دنیاوی کاروبار کے لئے وقف ہے، اس مبارک مہینے کی قدردانی وہ لوگ کرتے ہیں جن کو واقعۃً فکر آخرت کی دولت ملی ہے اور جن کا محور مابعد الموت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رجب کا مہینہ آتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: **اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ** (شعب الایمان ۳/ ۳۷۵، تخصیص شہر رجب بالذکر)

ترجمہ: اے اللہ ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینے میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے، یعنی ہماری عمر اتنی دراز کر دیجیے کہ ہمیں رمضان کا مہینہ نصیب ہوجائے۔

آپ غور فرمائیں کہ رمضان المبارک آنے سے دو ماہ پہلے ہی رمضان کا انتظار اور اشتیاق ہورہا ہے، اور اس کے حاصل ہونے کی دعا کی جارہی ہے، یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جس کے دل میں رمضان کی صحیح قدرو قیمت ہو۔

رمضان کے معنی

"رمضان" عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی ہیں "جھلسا دینے والا" اس مہینے کا یہ نام

اس لیے رکھا گیا کہ اسلام میں جب سب سے پہلے یہ مہینہ آیا تو سخت اور جھلسا دینے والی گرمی میں آیا تھا۔لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ اس مہینے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی خاص رحمت سے روزے دار بندوں کے گناہوں کو جھلسا دیتے ہیں اور معاف فرما دیتے ہیں، اس لیے اس مہینے کو" رمضان" کہتے ہیں۔ (شرح ابی داوٗد للعینی علیہ الصلوۃ والسلام ۵ / ۲۷۳)

رمضان المبارک کامہینہ انسان کی صفائی اور سروسنگ کامہینہ ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک مہینہ اس لیے عطا فرمایا کہ گیارہ مہینے انسان دنیا کے دھندوں میں منہمک رہتا ہے جس کی وجہ سے دلوں میں غفلت پیدا ہوجاتی ہے، روحانیت اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں کمی واقع ہوجاتی ہے، تو رمضان المبارک میں آدمی اللہ کی عبادت کرکے اس کمی کو دور کرسکتا ہے، دلوں کی غفلت اور زنگ کو ختم کرسکتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرکے زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوجائے، جس طرح کسی مشین کو کچھ عرصہ استعمال کرنے کے بعد اس کی سروس اور صفائی کرانی پڑتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی صفائی اور سروس کے لیے یہ مبارک مہینہ مقرر فرمایا۔

رمضان کی آمد سے پہلے ہی خود کو برکات رمضان کو حاصل کرنے کیلئے تیار کریں

رمضان مبارک جیسے عظیم بابرکت ومقدس مہینہ کے سایہ فگن ہونے سے قبل ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام چھوٹے وبڑے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرے اور یہ مہینہ جو سراپا نیکیوں، قرآن کریم اور مغفرت وبخشش کا مہینہ ہے جس میں سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند

کردیئے جاتے ہیں اس میں وہ پورے مہینے کے ایک ایک منٹ وسیکنڈ کو غنیمت سمجھنے کی پلاننگ اور منصوبہ بندی کرے اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرکے اس ماہ مبارک کے بے پایاں فیوض وبرکات سے فائدہ اٹھانے کی بے انتہا کوشش کرے۔

روزے کا مقصد

روزے کی ریاضت کا بھی خاص مقصد اور موضوع یہی ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی حیوانیت اور بہیمیت کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور ایمانی وروحانی تقاضوں کی تابعداری وفرماں برداری کا خوگر بنایا جائے اور اللہ کے احکام کے مقابلے میں نفس کی خواہشات اور پیٹ اور شہوتوں کے تقاضوں کو دبانے کی عادت ڈالی جائے اور چوں کہ یہ چیز نبوت اور شریعت کے خاص مقاصد میں سے ہے اس لیے پہلی تمام شریعتوں میں بھی روزے کا حکم رہا ہے، اگرچہ روزوں کی مدت اور بعض دوسرے تفصیلی احکام میں ان امتوں کے خاص حالات اور ضروریات کے لحاظ سے کچھ فرق بھی تھا، قرآنِ کریم میں اس امت کو روزے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیے گئے تھے (روزوں کا یہ حکم تم کو اس لیے دیا گیا ہے) تاکہ تم میں نیکی اور پرہیزگاری پیدا ہو۔

کیوں کہ یہ بات یقینی ہے کہ نفس انسانی انسان کو گناہ، نافرمانی اور حیوانی تقاضوں میں اسی وقت مبتلا کرتا ہے جب کہ وہ سیر اور چھکا ہوا ہو، اس کے برخلاف اگر بھوکا ہو تو وہ مضمحل

پڑا رہتا ہے اور پھر اس کو معصیت کی نہیں سوجھتی، روزے کا مقصد یہی ہے کہ نفس کو بھوکا رکھ کر مادّی وشہوانی تقاضوں کو بروئے کار لانے سے اس کو روکا جائے تا کہ گناہ پر اقدام کرنے کا داعیہ اور جذبہ سُست پڑ جائے اور یہی "تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ عالم بالا کی پاکیزہ مخلوق (فرشتے) نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں اور نہ بیوی رکھتے ہیں، جبکہ روزہ (صبح صادق سے غروب آفتاب تک) انہی تین چیزوں (کھانا، پینا اور جماع) سے رکنے کا نام ہے، تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روزے کا حکم دے کر ارشاد فرمایا ہے کہ اے میرے بندو! اگر تم ان تینوں چیزوں سے پرہیز کر کے ہماری پاکیزہ مخلوق کی مشابہت اختیار کرو گے تو ہماری اس پاکیزہ مخلوق کی پاکیزہ صفت بھی تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی اور وہ صفت ہے: **لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ**۔ (سورہ تحریم)

ترجمہ: وہ (فرشتے) خدا کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو فوراً بجالاتے ہیں۔ (بیان القرآن)

اور اسی کا حاصل "تقویٰ" ہے۔

تقریباً اسی بات کو اس حدیث شریف میں بھی فرمایا گیا ہے جو ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ**۔ (ابن ماجہ ص ۱۲۵)

ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کا ذریعہ ہے اور بدن کی صفائی ستھرائی کا ذریعہ "روزہ" ہے۔

بہر حال روزے کا مقصد تقویٰ ہے، اسی تقویٰ کے حصول کے لیے اس آخری امت پر

سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کیے گئے اور روزے کا وقت طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک رکھا گیا اور یہ زمانہ اِس دور کے عام انسانوں کے حالات کے لحاظ سے ریاضت وتربیت کے مقصد کے لیے بالکل مناسب اور نہایت معتدل مدت اور وقت ہے۔ پھر اس کے لیے مہینہ وہ مقرر کیا گیا جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور جس میں بے حساب برکتوں اور رحمتوں والی رات (شبِ قدر) ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ یہی مبارک مہینہ اس کے لیے سب سے زیادہ مناسب اور موزوں زمانہ ہوسکتا تھا، اسی کے ساتھ ساتھ اس مہینے میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام قائم کیا گیا جس کو"تراویح" کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس مبارک مہینے کی نورانیت اور تاثیر میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے اور ان دونوں عبادتوں کے احادیث شریفہ میں بہت زیادہ فضائل ارشاد فرمائے گئے ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَّ احتِسَابًا غُفِرَ لَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه** (صحیح بخاری ۱/۲۷۰، صحیح مسلم ۱/۲۵۹)

ترجمہ: جو شخص ماہِ رمضان کے روزے رکھے بحالت ایمان اور بامید ثواب تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے اور جو شخص ماہِ رمضان میں کھڑا ہو یعنی نوافل (تراویح وتہجد وغیرہ) پڑھے بحالت ایمان اور بامید ثواب اس کے بھی گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

روزہ کے فوائد

روزہ کی بہت سی حکمتیں ہیں جو غور کرنے والوں کو حاصل ہوجاتی ہیں، حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے روزہ کے متعدد فوائد کا تذکرہ کیا ہے جس کو اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کیا جاتا ہے (۱) روزہ سے انسان میں خشیت وتقوی کی صفت پیدا ہوتی ہے (۲) روزہ رکھنے سے انسان میں عاجزی ومسکنت اور خدا تعالیٰ کے جلال اور اس کی قدرت پر نظر پڑتی ہے (۳) روزہ سے چشم بصیرت کھلتی ہے (۴) درندگی وبہیمیت سے دوری ہوتی ہے (۵) اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کا موقع ملتا ہے (٦) انسانی ہمدردی دل میں پیدا ہوتی ہے (۷) روزہ جسم ورح کی صحت وتندرستی کا سبب ہے (۹) روزہ انسان کی روحانی غذا ہے (۱۰) روزہ محبت الٰہی کا ایک بڑا نشان ہے (تحفہ رمضان: ۳۱)

دُعا کی کثرت: اس مہینہ میں دعا کی خوب کثرت کرنی چاہیے، اس لیے کہ یہ دعا کی قبولیت کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں ہر شخص روزہ کی حالت میں ہوتا ہے جو اخلاص عمل کا بہترین نمونہ ہے، تراویح، تلاوت قرآن، ذکر واذکار میں مشغول ہونے اور گناہوں سے دُور رہنے کی وجہ سے انسان میں فرشتے کی مشابہت پیدا ہوجاتی ہے اور انسان میں معصومیت کی صفت آجاتی ہے اور بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب اور پسندیدہ بن جاتا ہے، اس حالت میں جب اپنے رب سے مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے نوازتے ہیں، اس لیے کہ بندے کا مانگنا اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہے؛ پھر اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دہانے کھول دیتا ہے؛ اس لیے قبولیت کی زیادہ امید پیدا ہوجاتی ہے؛ البتہ دعا کی قبولیت

کے جوآداب ہیں ان کی رعایت کرنی چاہیے، مثلاً: عام حالات میں حلال غذا کا اہتمام ہونا چاہئے اورحرام سے اجتناب ہونا چاہیے خاص طور پر رمضان المبارک میں حلال کا حد درجہ اہتمام کرنا چاہیے، باوضو ہوکر نہایت خشوع وخضوع، عاجزی اورخوف وگریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے، افطار اور تہجد کے وقت دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، قبولیت کے یقین کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضری ہونی چاہیے، دعاؤں میں اس کا بھی خیال رہنا چاہیے کہ صرف اپنے لیے نہیں؛ بلکہ اپنے عزیز واقارب، رشتہ دار، دوست واحباب اور متعلقین کو بھی دعا میں یاد کریں اوران کی ضرورتوں کے لیے خدا کے دربار میں بھیک کا ہاتھ پھیلائیں؛ اس لیے کہ ایک مسلمان کی اپنے بھائی کے حق میں غائبانہ دعا زیادہ قبول ہوتی ہے اور جب بھی انسان اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے تو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی اس کا مثل دے اور جب فرشتے ہماری ضرورت کے لیے دعا کریں گے تو اس کی قبولیت میں کیا شبہ رہ جائے گا۔

تلاوت قرآن: رمضان المبارک کوقرآن کے ساتھ خاص مناسبت ہے، اِسی مہینہ میں قرآن کا نزول ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبریل امین کو ہر رمضان پورا قرآن سناتے تھے اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا، اس سال آپ نے دو مرتبہ دَور سنایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود کہ قرآن کریم کے حافظ تھے لیکن بعض صحابہؓ سے آپ قرآن کریم سنا کرتے تھے؛ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اس مہینہ میں قرآن کریم کا خوب اہتمام کرتے تھے، بعض صحابہؓ دس دن میں اور بعض سات دن میں اور بعض تین دن میں قرآن کریم ختم کرلیا کرتے تھے، حضرت امام ابوحنیفہؒ رمضان میں اکسٹھ قرآن ختم کیا کرتے تھے، دیگر

اسلاف سے بھی قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت ثابت ہے، اس لیے اس مہینہ میں قرآن کی خوب تلاوت کرنی چاہیے؛ البتہ ایک بات کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے آداب کی خوب رعایت ہو، ہمارے درمیان ایک بہت بڑی کمی یہ پائی جاتی ہے کہ ہم قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ہمیں تلاوت قرآن میں وہ لطف نہیں ملتا جو حضرات صحابہؓ اور اسلاف کو ملا کرتا تھا، ہمیں یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن ہم سے کیا خطاب کر رہا ہے؟ اور اس کے کیا تقاضے ہیں؟ اس لیے ضروری ہے کہ رمضان میں کم از کم تفسیر کے حلقے قائم کر کے قرآن فہمی کی کوشش کریں تا کہ ہم معانی و مفاہیم کو سمجھ کر تلاوت کر سکیں؛ اگر چہ کہ قرآن کی تلاوت کا ثواب سمجھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ بغیر سمجھے پڑھنے پر بھی ثواب ملتا ہے، حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ''ایک حیثیت سے اس شخص پر حق تعالیٰ کی زبردست عنایت ہوگی جو بغیر سمجھے کلام اللہ شریف کی تلاوت کرتا ہو؛ کیوں کہ صرف حق تعالیٰ کی محبت اس کا باعث ہوسکتی ہے، سو کلام اللہ کا اصل نفع اس کے سمجھنے پر موقوف نہیں ہے'' اس پر حضرت تھانویؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کا ایک خواب نقل کیا ہے ''کہ امام احمد بن حنبلؒ نے حق تعالیٰ سبحانہ کو خواب میں دیکھا، عرض کیا اے اللہ! وہ کونسا عمل ہے جو آپ سے زیادہ قریب کرنے والا ہے، ارشاد ہوا: وہ عمل تلاوت قرآن ہے، آپ نے عرض کیا بِفَہم او بلافہم سمجھ کر یا بغیر سمجھے ارشاد ہوا بفہم او بلافہم سمجھ کر ہو یا بغیر سمجھے، راز اس میں یہ ہے کہ مصنف اپنے کلام کے پڑھنے سے خوش ہوا کرتا ہے؛ پس! جب بندہ حق تعالیٰ کے کلام کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے (تحفہ رمضان:۴۶)

تراویح: رمضان کے ساتھ قرآن کی اسی مناسبت کی وجہ سے رمضان میں ایک مخصوص

نماز کومسنون قرار دیا گیا ہے جسے تراویح کا نام دیا جاتا ہے،موطا مالک کی حدیث میں ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رمضان کے روزے کوفرض کیا اور میں نے اس کی راتوں کو جاگنے یعنی تراویح کو مسنون کیا ہے (مسند احمد، حدیث عبدالرحمن بن عوف الزہری:۱۶۸۹)

یحییٰ بن سعید قطانؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو مسجد نبوی میں بیس رکعت تراویح پڑھائیں (مصنف ابن ابی شیبہ، باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ: ۷۶۸۲)

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں صحابہ وتابعین رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے (سنن الکبریٰ للبیہقی، باب ماروی فی عدد رکعات القیام:۴۳۹۰)

ائمہ اربعہ میں امام احمدؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے، امام مالکؒ کے نزدیک چھتیس رکعت ہے (المغنی لابن قدامہ: ۲/ ۱۶۷) آج تک حرمین شریفین میں اسی سنت پر عمل ہورہا ہے، خلفاء راشدین کے زمانہ سے آج تک کوئی دَور ایسا نہیں گزرا جس میں تراویح بیس رکعت سے کم پڑھی گئی ہو، معلوم ہوا کہ تراویح بیس رکعت ہی سنت ہے اس لیے تراویح بیس رکعت ہی پڑھنا چاہئے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے جس کا چھوڑنا جائز نہیں تراویح میں دو چیزیں علیحدہ علیحدہ سنت ہیں ، پورے رمضان تراویح پڑھنا، یہ ایک الگ سنت ہے اور تراویح میں قرآن ختم کرنا یہ علیحدہ سنت ہے، حضرت تھانویؒ تراویح میں قرآن ختم کرنے کی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''قرآن کا نزول رمضان کے مہینہ میں ہوا پس جو شخص اس میں قرآن ختم کرتا ہے وہ تمام برکات کا وارث ہوجاتا ہے؛ کیوں کہ رمضان کا مہینہ تمام خیر وبرکات کا جامع ہے اور ہر قسم کی خیر وبرکتیں جو پورے سال ملتی ہیں وہ اسی عظیم الشان مہینہ کی برکت

سے آتی ہیں؛ گویا اس مہینہ کی دلجمعی اوریکسوئی پورے سال کی جمعیت خاطر اوریکسوئی کاباعث ہوتی ہے اوراس مہینہ کی پراگندگی وبدحالی پورے سال کی بدحالی کاسبب ہوتی ہے اس لیے اس مہینہ میں تراویح کااہتمام اورخاص طور پرختم قرآن کااہتمام ہوناچاہیے(تحفہ رمضان:۸۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اس بات سے ایک دوسری بات یہ نکلتی ہے کہ ہمیں رمضان میں عبادت کے لیے یکسو ہوجانا چاہیے اور ہرقسم کی مشغولی کوترک کردینا چاہیے، بڑی محرومی کی بات ہے کہ ہم رمضان جیسے عظمت وفضیلت والے مہینے کو مشغولیت اورکھانے پینے اورعید کی تیاری میں گزاردیں اور بڑے ہی عقلمند اورخوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رمضان کوعبادت کے لیے فارغ کرلیتے ہیں اورتمام مشغولیت کوترک کردیتے ہیں اس لیے کہ رمضان کی یکسوئی پورے سال کی یکسوئی کاباعث ہے۔

نمازتہجد: تراویح کے ساتھ اس مہینہ میں راتوں کوجاگنا اورتہجد پڑھنے کا خاص اہتمام کرنا سعادت ونیک بختی اورزندگی کونیکی سے مالامال کرنے کاباعث ہے، راتوں کوجاگنا، اللہ کے حضور عجزونیاز بجالانا،عبادت کرنا،خداکے دربارمیں روناگڑگڑانا،خداکے سامنے ہاتھ پھیلانا اوراپنی عبدیت وبندگی کااظہارکرنا؛ یہ وہ چیزیں ہیں جواللہ تعالیٰ کوبہت پسند ہیں،موقع اورموسم کی مناسبت سے ہمیں بھرپورفائدہ اٹھاناچاہیے،رمضان میں سحری کے لیے عام طور پراٹھتے ہیں اگرسحری سے پہلے خداکے دربارمیں حاضری لگادی جائے اوراپنی حاجت کااظہارکردیا جائے تو یہ بہت بڑی سعادت ہے اوراگراٹھنے اورسحری کرنے کے باوجود خداکے حضور سجدہ نہ کیا جائے تواس سے بڑی محرومی اورکیا ہوگی،قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رحمن کے بندوں کی جوصفات بیان کی ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ ’’ان کی راتیں

اپنے رب کے سامنے قیام وسجود میں گزرتی ہیں (الفرقان: ۶۴) حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے رمضان کی راتوں میں قیام کیا ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں“ (موطا مالک، الترغیب فی الصلوۃ فی رمضان: ۲۷۶)

راتوں کو جاگنا اور عبادت کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام معمول تھا بلکہ رمضان کے اخیر عشرے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر والوں کو بھی اٹھانے کا اہتمام فرماتے تھے،آپ کی پیروی میں حضرات صحابہ وتابعین بھی راتوں کو جاگنے کا اہتمام کرتے تھے، اس لیے خیر کے طالب اور نیکی کے متلاشی کو رمضان کی راتوں میں جاگنے کا اور رات کے آخری حصے میں تہجد پڑھنے اور خدا سے مانگنے کا اہتمام کرنا چاہیے؛ اس لیے کہ اس وقت جاگنا اور رب سے مانگنا انتہائی اہمیت اور بڑے اجر وثواب کا حامل ہے، حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری پہر میں آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہےاور اللہ کا منادی آواز لگاتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرےاور میں اس کو عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرےاور میں اسے بخش دوں؟ (مسند احمد، مسند ابی ھریرہ: ۹۵۹۱)

صدقہ وخیرات: یہ مہینہ غمخواری کا ہے،لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کا مہینہ ہے؛ اس لیے اس ماہ میں صدقہ وخیرات کا اہتمام کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے فقراء ومساکین، یتامی وبیوگان اور معاشرے کے معذور وبے سہارا افراد کی ضروریات پوری کرنا، ان کی خبر گیری کرنا، جن کے پاس لباس نہیں ہے انہیں کپڑے پہنانا، بھوکوں کو غلہ فراہم کرنا، بیماروں کا علاج ومعالجہ، یتیموں، بیواؤں کی سرپرستی اور معذوروں کا سہارا بننا، مقروضوں کے قرض کے بوجھ کو ہلکا کرنا اسی طرح ہر ضرورت مند کے ساتھ اظہار ہمدردی

وغمخواری کرنا ان کی مدد کرنا، اس مہینہ میں بڑے اجروثواب کا کام ہے، ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلائی کے کاموں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور آپ کی سب سے زیادہ سخاوت رمضان کے مہینہ میں ہوتی تھی (مسلم، باب کان النبی اجود الناس:۲۳۰۸)

سلف صالحین میں اس مہینہ میں کھانا کھلانے کا ذوق وجذبہ بڑا عام تھا اور یہ سلسلہ بھوکوں اور تنگ دستوں کو ہی کھلانے تک محدود نہیں تھا؛ بلکہ دوست واحباب اور نیک لوگوں کی بھی دعوت کرنے کا شوق فراواں تھا؛ اس لیے کہ اس سے پیار ومحبت اور اُلفت ومودت میں اضافہ ہوتا ہے اور نیک لوگوں کی دعائیں حاصل ہوتی ہیں، جن سے گھروں میں خیر وبرکت کا نزول ہوتا ہے، غریبوں کی دعائیں اور ان کی محبتیں قلب وجگر کو سکون واطمنان بہم پہنچاتی ہیں؛ اسی صدقہ اور اطعام طعام میں روزہ داروں کو افطار کرانا بھی داخل ہے جس کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے، کام بہت آسان ہے؛ لیکن ثواب عظیم ہے اپنے گھر میں جو افطار تیار کیا جاتا ہے اگر اس میں ایک دو غریب کو شامل کرلیا جائے تو افطار میں کوئی کمی نہیں ہوگی لیکن روزہ رکھنے کے ثواب کے برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی ہے۔

اعتکاف: رمضان المبارک کا ایک اہم عمل اعتکاف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے، رمضان کے اخیر عشرے میں آپ معتکف ہوجاتے تھے اور دنیوی معاملات اور تعلقات سے بالکل علیحدہ ہوجاتے تھے، جس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا، رمضان کے اخیر عشرے میں اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے؛ اگر کوئی بھی نہ کرے تو پوری بستی کے لوگ سنت مؤکدہ کے تارک اور گنہگار رہوں گے، اعتکاف کی حالت میں انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہر وقت حاضر

رہتا ہے، اپنے رب کو منانے کی کوشش کرتا ہے، اپنی آخرت کی کامیابی کا خواستگار ہوتا ہے؛ یہ سب اعمال عبادت ہیں اس لیے اعتکاف مجموعہ عبادات ہے، معتکف تمام گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور جو نیک کام معتکف اعتکاف کی وجہ سے نہیں کرسکتا ہے اس کو اس نیک کام کا بھی ثواب ملتا ہے، رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرنا رب کو منانے کا بہترین ذریعہ ہے اس لیے آخری عشرے کے اعتکاف کا اہتمام ہونا چاہیے، اعتکاف کا سب سے بڑا فائدہ شب قدر کا پانا ہے؛ لیکن ہوتا یہ ہے کہ آخری عشرے کو غفلت وسستی اور عید کی تیاری میں گزار دیا جاتا ہے یہ کتنی محرومی اور بدنصیبی کی بات ہے کہ جس مبارک مہینہ کو پانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُعا کیا کرتے تھے ان مبارک ایام کو ہم کس طرح غفلت وکوتاہی میں گزار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔"

روزہ کا حکم:

پورے ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں بلکہ روزہ اسلام کا ایک عظیم رکن ہے جس کے بغیر اسلام برقرار نہیں رہ سکتا چنانچہ اگر کوئی شخص اس کی فرضیت کا منکر ہو تو وہ کافر ہوجائے گا اور اگر کوئی بلاشرعی عذر کے اس سے لاپرواہی برتتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب اور جہنم کا مستحق ٹھہرے گا اس پر امت کا اتفاق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جاؤ"۔ (سورہ بقرہ:183)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد

پانچ چیزوں پر ہے......اس میں سے ماہ رمضان کا روزہ بھی ہے۔ (بخاری و مسلم)

چنانچہ بلا کسی شرعی عذر کے رمضان کے روزوں کا ترک کر دینا جرم عظیم اور بڑا گناہ ہے اور اس پر کتب حدیث میں بڑی وعیدیں آئی ہیں۔

روزہ کی فضیلت واہمیت:

صوم کی فضیلت میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں: روزہ م روز قیامت صوم رکھنے والے کے لیے شفاعت کرے گا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صوم اور قرآن روز قیامت بندے کے لیے سفارش کریں گے۔ صوم کہے گا: اے رب! میں نے اسے (دن میں) کھانے، پینے اور نفسانی خواہشات پوری کرنے سے روک دیا تھا۔ بنابریں اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ میں نے اسے رات میں سونے سے روک دیا تھا۔ تو میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما تو ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔ (مسند احمد)

روزہ کا اجر وثواب بے حساب ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر آدمی کے ہر عمل کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا کر دیا جاتا ہے لیکن صوم کے ثواب کے سلسلے میں اللہ فرماتا ہے کہ یہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ وجزا دوں گا۔" (بخاری و مسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو ایمان کے ساتھ اور طلب ثواب کی خاطر رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔" (بخاری و مسلم)

روزہ جہنم سے دوری کا سبب ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ایک دن کا روزہ رکھتا ہے

اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ اس دن کے عوض جہنم سے ستر سال کی مسافت دور کرے گا۔" (بخاری ومسلم)

روزہ رکھنے والوں کے لیے جنت میں داخلے کے لیے خصوصی دروازہ ہے:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے جس سے صرف روزہ رکھنے والے ہی داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی اس سے داخل نہ ہوگا اور جب سارے روزہ رکھنے والے داخل ہوجائیں گے تو بند کردیا جائے گا۔" (بخاری ومسلم)

روزہ کے ارکان:

روزہ کے ارکان تین ہیں:

(ا) نیت: اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور اس کی رضاجوئی وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے صوم رکھنے کا دل سے پختہ ارادہ کرنا۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق بدلہ ملے گا۔" (بخاری)

فرض روزہ کی نیت فجر سے پہلے کرلینا ضروری ہے

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "جس نے فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی اس کا روزہ نہیں ہے۔" (ترمذی)

البتہ تمام عبادتوں کی طرح روزہ کی نیت دل سے کی جائے کیونکہ نیت کی جگہ دل ہے چنانچہ زبان سے نیت کرنا اور یہ کہنا کہ "نویت روزہ یوم غد من رمضان" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ ایسی بدعت ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ رہا یہ

مسئلہ کہ کیا ماہ رمضان کے شروع ہی میں نیت کر لینا کافی ہوگا یا ہر دن کی مستقل نیت کرنی ہوگی؟ تو اس سلسلے میں حق بات یہی ہے کہ کافی ہوگی۔ البتہ اگر کوئی ہر روز نیت کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی نے شروع ماہ میں پورے رمضان کے روزے رکھنے کی نیت کی لیکن کسی شرعی عذر کی وجہ سے درمیان میں اسے روزہ توڑنا پڑا تو ایسی صورت میں پھر اسے تجدید نیت کرنی ہوگی۔ واللہ اعلم

(۲) روزہ توڑ دینے والی چیزوں جیسے کھانا، پینا اور مجامعت وغیرہ سے بچنا۔ (۳) روزہ کا وقت اور زمانہ: اس سے مراد پورا دن ہے یعنی طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ کا وقت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور رات تک روزہ پورا کیا کرو۔" (سورہ بقرہ)

روزہ کس پر واجب ہے؟ ہر بالغ، عاقل، مقیم اور روزہ کی طاقت رکھنے والے مسلمان مرد و عورت پر ماہ رمضان کے روزے فرض اور واجب ہیں بشرطیکہ کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو جیسے حیض و نفاس وغیرہ۔

روزہ توڑ دینے والی چیزیں:

وہ امور جن سے روزہ باطل و فاسد ہو جاتا ہے:

(۱) جماع و ہمبستری (۲) قصداً قے کرنا (۳) قصداً منی نکالنا (۴) قصداً کھا پی لینا (۵) غذائی انجکشن لگوانا (۶) حیض و نفاس کا خون آنا (۷) سینگی یا پچھنا لگوانا۔

روزہ کی حالت میں جائز و مباح چیزیں:

(۱) بیوی کا بوسہ لینا بشرطیکہ نفس پر کنٹرول ہو (۲) سر پر پانی ڈالنا یا تیل وغیرہ لگانا

(۳) آنکھ میں سرمہ یا دوا کا استعمال کرنا (۴) کان میں دوا ڈالنا (۵) کھانے کا زبان سے بغیر حلق کے نیچے اتارے ذائقہ چکھنا (۶) خوشبو لگانا (۷) بنا مبالغہ کے کلی کرنا یا ٹھنڈی حاصل کرنے کے لیے غسل کرنا (۸) دن کے کسی بھی وقت مسواک کرنا (۹) صبح صادق سے قبل کھانا، پینا اور بیوی سے ہمبستری وصحبت کرنا (۱۰) مذی نکلنے یا احتلام ہو جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے۔

اسی طرح اس شخص کا روزہ رکھنا درست ہے جس پر رات میں غسل فرض ہو اور فجر یا اس کے بعد تک غسل نہیں کیا کیونکہ غسل کا تعلق صلاۃ سے ہے روزہ سے نہیں۔ البتہ اسے چاہیے کہ غسل کرکے پاکی حاصل کرنے میں جلدی کرے تاکہ صلاۃ فجر یا جماعت فوت نہ ہو۔

روزہ کی قضا:

مسافر، حیض ونفاس والی عورت، مریض اور حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتی یا روزہ رکھنے کی وجہ سے اس پر یا بچہ پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہے تو اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے اور یہ لوگ بعد میں قضا کریں گے۔ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزہ کی قضا کی کوئی خاص وقت یا مدت نہیں ہے البتہ حسب سہولیات آئندہ رمضان سے قبل کسی بھی وقت جتنی جلدی ہو ادا کر لینی چاہیے۔

اسی طرح وہ مسلمان مرد یا عورت جو بڑھاپے کی اس عمر کو پہنچ جائیں کہ روزہ رکھنے کی بالکل کبھی بھی طاقت نہ رکھتے ہوں یا وہ مریض جو شفا کی امید نہ رکھتا ہو تو ایسے لوگوں کے لیے روزہ رکھنا نہیں ہے۔

البتہ ان پر ہر دن کے روزہ کے بدلے فدیہ واجب ہے اور فدیہ روزانہ ایک مسکین کی خوراک ہے۔

روزہ کی حالت میں ناجائز اور حرام امور سے اجتناب:

روزہ صرف کھانے، پینے اور بیوی سے ہمبستری سے رکنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام معصیت اور گناہوں سے رکنے کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے۔ جیسے جھوٹ، غیبت و چغل خوری، فحش بینی و فحش گوئی، جھگڑا لڑائی اور گالی گلوچ، چوری وخیانت، ترک صلاۃ وغیرہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جو شخص (روزہ کی حالت میں) جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“ (بخاری)

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص صوم کی حالت میں جھوٹ بول دے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے روزہ کے اجر و ثواب میں کمی ہو جائے گی۔

روزے کے آداب وسنن:

(۱) سحری کھانا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”سحری کرو، سحری کرنے میں برکت ہے۔“ (بخاری ومسلم) (۲) افطار میں جلدی اور سحری کھانے میں تاخیر کرنا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”لوگ اس وقت تک بھلائی پر قائم رہیں گے جب تک افطار کرنے میں جلدی اور سحری کرنے میں تاخیر کریں گے۔“ (بخاری ومسلم)

(۳) افطار کے وقت دعا کرنا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”افطار کے وقت دعا رد نہیں کی جاتی۔“ (بخاری)

البتہ افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے: "**اللھم لك صمت وعلى رزقك افطرت**" (دیکھئے: ضعیف سنن ابن ماجہ 2355)
بلکہ بسم اللہ کر کے روزہ کھولنا چاہیئے۔ (۴) رطب یا خشک کھجور سے افطار کرنا مسنون ہے: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلاۃ مغرب سے قبل رطب کھجور سے افطار کرتے ورنہ خشک کھجور سے ورنہ چند گھونٹ پانی ہی سے افطار کرتے۔ (ترمذی) البتہ اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو کہ افطار کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ہو تو سورج ڈوبتے ہی دل سے افطار کی نیت کر لے۔ بعد میں جب کوئی کھانے پینے کی چیز میسر ہو تو کھا پی لے۔ (۵) افطار کے وقت یہ دعا پڑھی جائے: "ذھب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ" پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں، اجر ثابت ہو گیا اگر اللہ نے چاہا (ابوداؤد)

(۶) روزہ کی حالت میں مسواک کرنے کا اہتمام: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ کی حالت میں خوب مسواک کرتے تھے۔ (ترمذی)

ماہ رمضان میں چند افضل اعمال:

ماہ رمضان کی فضیلت کی وجہ سے اس میں نیکی وثواب کے کاموں کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ ان میں سے صوم وصلاۃ کے علاوہ چند اعمال یہ ہیں: (۱) بکثرت تلاوت قرآن مجید اور صدقہ وخیرات کا اہتمام: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں سب سے زیادہ صدقہ وخیرات کرتے تھے اور قرآن مجید سنتے سناتے تھے۔ (بخاری)

(۲) عمرہ کا اہتمام:

"رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔" (متفق علیہ)

(۳) قیام اللیل (صلاۃ تراویح) کا اہتمام: "جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کے لیے رمضان میں قیام اللیل کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔" (بخاری)

(۴) لیلۃ القدر کا اہتمام: لیلۃ القدر کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔" (سورہ قدر)

یعنی اس ایک رات کی عبادت 83 سال 4 مہینے کی عبادت سے بہتر ہے اور لیلۃ القدر رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں ہے یعنی 21 / 23 / 25 / 27 / 29 کی راتوں میں سے کسی ایک کے اندر۔ اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ شب قدر پندرہویں شعبان کی رات ہے تو یہ بات بے بنیاد اور بالکل غلط ہے۔ لہٰذا رمضان کے آخری عشرہ میں کثرت سے عبادت کرنی چاہیے اور اپنے اہل وعیال کو بھی خصوصیت کے ساتھ رغبت دلانا اور اس پر آمادہ کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "جب رمضان کے آخری دس دن شروع ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے تھے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے تھے۔" (بخاری ومسلم)

(۵) مسکینوں، غریبوں اور دیگر لوگوں کو کھانا کھلانا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: اسلام میں کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانا کھلاؤ اور ہر اس شخص سے سلام کرو جس کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو۔ (بخاری ومسلم)

(٦) روزہ رکھنے والوں کو افطار کرانا: فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کے لیے بغیر روزہ دار کے اجر میں سے کچھ کمی کے اس کے اجر کے مانند اجر ہوگا۔" (صحیح الجامع: 6415)

رمضان المبارک کے آخری عشرے کے اعتکاف کی شرعی حیثیت

رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے، البتہ حضراتِ فقہاء کرام نے اس کو سنت علی الکفایہ قرار دیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ویسے تو ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اس فضیلت اور ثواب کے کام کو سرانجام دے لیکن اگر کسی مسجد میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کرلے تو سب کی جانب سے سنت ادا ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی بھی شخص اعتکاف کے لیے نہ بیٹھے تو سب پر سنت چھوڑنے کا وبال ہوگا۔ اس لیے مساجد کی انتظامیہ اور اہلِ محلہ اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ مسجد میں کوئی نہ کوئی اعتکاف کرنے والا ضرور ہونا چاہیے۔ (صحیح البخاری رقم: 2026 مع اعلاء السنن، احکامِ اعتکاف، امداد الاحکام، رد المحتار علی الدر المختار، مسائل اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

تقویٰ کے حصول میں معاون چیزیں

لیکن صرف روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کی حد تک بات ختم نہیں ہوتی بلکہ اس ماہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ غفلت کے پردوں کو دل سے دور کیا جائے، اصل مقصدِ تخلیق کی طرف رجوع کیا جائے، گزشتہ گیارہ مہینوں میں جو گناہ ہوئے ان کو معاف کرا کر آئندہ گیارہ مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے استحضار اور آخرت میں جواب دہی کے احساس کے ساتھ گناہ نہ کرنے کا داعیہ اور جذبہ دل میں پیدا کیا جائے، جس کو ”تقویٰ“ کہا جاتا ہے۔ اس طرح رمضان المبارک کی صحیح روح اور اس کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ورنہ یہ ہوگا کہ رمضان المبارک آئے گا اور چلا جائے گا اور اس سے صحیح طور پر ہم فائدہ نہیں اٹھا پائیں گے، بلکہ جس طرح ہم پہلے خالی تھے ویسے ہی خالی رہ جائیں گے، اس لیے چند ایسی چیزوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جن پر عمل کرکے ہمیں روزے کا مقصد (تقویٰ) اور

رمضان المبارک کے انوار وبرکات حاصل ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

رمضان سے متعلق کچھ دعائیں

روزہ افطار کرتے وقت کی دعائیں (1) ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور اگر اللہ نے چاہا اجر ثابت ہوگیا۔ (سنن ابی داوٗد، حدیث:2357)(2)

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِي۔

اے اللہ! بے شک میں تجھ سے تیری رحمت کے ذریعے سے سوال کرتا ہوں، جس (رحمت) نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے کہ تو مجھے بخش دے۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث:1753 / الاذکار للنووی، ص:238)

افطاری کرانے والے کے لیے دعا

أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الأَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ ۔روزے دار تمہارے ہاں افطار کرتے رہیں اور نیک لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور اللہ کے فرشتے تمہارے لیے دعائیں کرتے رہیں۔ (سنن ابی داوٗد، حدیث:3854)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اہل خانہ کے ہاں افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے تھے) روزے دار شخص کو کوئی گالی دے تو وہ کیا کہے؟ اِنِّیْ صَائِمٌ ، اِنِّیْ صَائِمٌ ۔ بلاشبہ میں روزے سے ہوں، بلاشبہ میں روزے سے ہوں۔ (صحیح بخاری، حدیث:1894)

عبادت کی مقدار میں اضافہ

رمضان المبارک کی برکتوں کو حاصل کرنے کے لیے اپنی عبادت کی مقدار میں اضافہ کرنا ہے، دوسرے ایام میں جن نوافل کو پڑھنے کی توفیق نہیں ہوتی ان کو اس مبارک ماہ

میں پڑھنے کی کوشش کریں، مثلاً: مغرب کے بعد سنتوں سے الگ یا کم از کم سنتوں کے ساتھ چھ (٦) رکعت اوّابین پڑھیں۔ (جب کہ ہمارا حال یہ ہے کہ اوّابین افطار کی نذر ہوجاتی ہیں) عشاء کی نماز سے چند منٹ پہلے آکر چار رکعت یا دو رکعت نفل پڑھیں۔ سحری کھانے کے لیے اٹھنا ہی ہے تو چند منٹ پہلے اٹھ کر کم از کم چار رکعت تہجد پڑھ لیں۔ اسی طرح اشراق کی نماز اور اگر اشراق کے وقت نیند کا غلبہ ہو تو چاشت کی چند رکعتیں تو پڑھ ہی لیں۔ ظہر کے بعد دو سنتوں کے ساتھ دو رکعت نفل اور عصر سے پہلے چار رکعت نفل پڑھ لیں۔ کیوں کہ نماز کا خاصہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا رشتہ جوڑتی ہے اور اس کے ساتھ تعلق قائم کراتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف میں ہے: **اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَّبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ** (مسلم شریف حدیث ۱۱۱۱، باب ما یقال فی الرکوع والسجود)

یعنی بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، تو گویا نماز کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک عظیم تحفہ عطا کیا ہے۔

روزہ کی تعلیم

روزہ کی تعلیم دیتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ روزہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو تمام خواہشات سے مبرا کرلے نہ دل میں خیال جنت ہو نہ دنیا کی جاہ طلبی، اللہ کے سوا کسی کا خیال نہ ہو۔ اللہ کے علاوہ کسی کا خیال کرنا روزہ کو توڑ دینے والی چیز ہے اور روزہ کا حاصل یہ ہے کہ آدمی صرف اور صرف خدائے تعالیٰ کا طالب ہو کر رہ جائے۔ رَغْبَتُ عَمَّا دُوْنَ اللّٰہَ۔ اللہ کے سوا کسی چیز کا دیدار مطلوب نہ ہو۔ **اَلصِّیَامُ بِرُوْیَتِہٖ وَاَفْطَرُ بِرُوْیَتِہٖ**۔ روزہ پر عارفانہ تعلیم کے بعد فرماتے ہیں کہ خدا نے روزہ اس لئے فرض کیا ہے کہ تم مفلسوں اور ناداروں کی بھوک و پیاس کو محسوس کرو اور اس کی امداد کرسکو۔

روزہ کا یہ مقصد جو خواجہ غریب نواز نے بیان فرمایا ہے اگر آج انسان سمجھ لے تو اس کا خدا سے ٹوٹا رشتہ جڑ جائے گا اور روئے زمین سے مفلسی کی لعنت اور دوسروں کی مفلسی پر قہقہہ لگانے کے رسم بد کا خاتمہ ہو جائے گا۔ (افادات حکیم الامت ؒ صفحہ 178)

ختم قرآن کے روز حضرت تھانویؒ کا معمول

ایک مرتبہ احقر کو ۲۸ رمضان کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا موقع ملا۔ غالب خیال یہ تھا کہ قرآن ختم ہو گیا ہو گا کیوں کہ اکثر جگہ ستائیسویں کو ختم ہو جاتا ہے نیز مسجد کی کسی ہیئت یا جماعت میں معمول کے خلاف کوئی تبدیلی نہ تھی اور اس کے خلاف کا خیال بھی نہ ہوا۔ اور اتفاق کی بات کہ حضرت نے تراویح بھی سورہ والضحیٰ سے شروع کی اس سے اور یقین ہو گیا کہ ختم قرآن ہو گیا ہے کیوں کہ قرآن ختم ہو جانے کے بعد اکثر والضحیٰ سے پڑھتے ہیں۔

لیکن جب حضرت نے سورہ اقراء پر بسم اللہ پڑھی تو خیال ہوا کہ آج ہی ختم کا دن ہے۔ چنانچہ یہ خیال صحیح نکلا۔ ختم کے بعد دعاء مانگی گئی۔ مگر اس میں معمول سے کوئی خاص زیادتی نہ تھی سردی کا موسم تھا، نماز مسجد کے اندر کے حصہ میں ہوتی تھی، سوائے اس ایک چراغ کے جو روز جلتا تھا، دوسرا چراغ بھی نہ تھا، نہ جماعت میں آدمی زیادہ تھے نہ مٹھائی بٹی، اور نہ کوئی خاص بات ایسی ہوئی جس سے ظاہر ہو کہ آج ختم ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دے دیجئے کہ تھوڑی مٹھائی بانٹ دوں؟ فرمایا آج نہیں اگر آپ کا بہت جی چاہے تو کل کو بانٹ دینا۔ نہ اجوائن وغیرہ پر دم کیا گیا حضرت نے اس کو بالکل حذف کر دیا ہے اب لوگ نہیں لاتے ہیں نہ حضرت نے قل ہو اللہ تین بار پڑھی البتہ دوسری رکعت میں **مُفْلِحُوْن** تک پڑھا۔ (معمولات اشرفی)

روزہ کن لوگوں پر فرض ہے؟

روزہ ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

بلوغت کے اہم مسائل:

مسئلہ: لڑکا اور لڑکی جب تک بالغ نہ ہوئے ہوں تو ان کے ذمے روزہ فرض نہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر نابالغ لڑکا یا لڑکی روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس کے ذمّے اس روزے کی قضا بھی نہیں، البتہ جب لڑکا یا لڑکی بالغ ہوجائیں تو بالغ ہوتے ہی ان کے ذمّے روزے فرض ہوجاتے ہیں۔ (بدائع الصنائع، ردالمحتار)

مسئلہ: جو نابالغ بچہ یا بچی رمضان کے مہینے میں صبح صادق سے پہلے بالغ ہوجائے تو اس کے ذمّے اس دن کا روزہ رکھنا بھی فرض ہے۔ (بدائع الصنائع، ردالمحتار)

مسئلہ: نابالغ بچے یا بچی کا روزہ رکھنا بھی بالکل جائز بلکہ اس کے لیے اجر وثواب کا باعث ہے، اور یہ روزہ نفلی شمار ہوگا۔ اس لیے اگر انھیں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو ان کو روزے رکھنے کی بھرپور ترغیب دینی چاہیے بلکہ بلوغت کے قریب ہونے کے باوجود بھی اگر روزے نہ رکھے تو انھیں مؤثر طریقے سے مناسب تنبیہ بھی کرنی چاہیے تاکہ عادت پڑ جائے اور بلوغت کے بعد انھیں روزہ رکھنے میں آسانی رہے۔ (بدائع الصنائع، ردالمحتار مع درمختار)

مسئلہ: جب لڑکے کی عمر اسلامی سال کے اعتبار سے 12 سال اور لڑکی کی عمر 9 سال ہوجائے تو اس کے بعد جب بھی بلوغت کی علامات [جیسے لڑکے کو احتلام، انزال وغیرہ، اور لڑکی کو ماہواری، احتلام وغیرہ] ظاہر ہوجائیں تو یہ دونوں بالغ ہوجاتے ہیں، البتہ اگر بلوغت کی کوئی بھی علامت ظاہر نہ ہو تو پھر 15 سال کی عمر میں دونوں بالغ شمار کیے جائیں گے۔ (صحیح مسلم حدیث: 4814 مع تکملۃ فتح الملہم، عالمگیریہ، ملتقی الابحر، کنز الدقائق مع البحر الرائق)

روزے کے لیے نیت کا حکم:

روزے کے لیے نیت فرض ہے، بغیر نیت کے روزہ نہیں ہوتا۔ (ردالمحتار، مراقی الفلاح)

نیت دل کے ارادہ کا نام ہے

نیت دل کے ارادے اور عزم کا نام ہے کہ دل میں یہ نیت ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے روزہ رکھتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نیت کا تعلق دل ہی کے ساتھ ہے اور حقیقی نیت دل ہی کی

ہوا کرتی ہے، اس لیے دل میں نیت کرلی تو یہ بھی کافی ہے۔ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بھی درست ہے لیکن ضروری نہیں۔ اگر کوئی شخص دل ہی میں نیت کرلیتا ہے اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہیں کرتا تو یہ بالکل جائز ہے۔ (رد المحتار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، فتاویٰ رحیمیہ)

عربی زبان میں نیت کرنے کا حکم:

نیت کے الفاظ ہر شخص اپنی اپنی زبان میں بھی ادا کرسکتا ہے، اسی طرح نیت عربی میں کرنا بھی درست ہے لیکن ضروری نہیں۔

عوام میں مشہور عربی نیت کا حکم:

آج کل عوام میں نیت کے یہ الفاظ مشہور ہیں: "وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَیْتُ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ"، حتی کہ بعض لوگ تو اس کو سحری کی دعا سمجھتے ہیں بلکہ کیلینڈر، پمپلٹ اور دیگر چیزوں کے ذریعے اس کی اشاعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں، یاد رہے کہ یہ سحری کی دعا تو ہرگز نہیں، البتہ ان الفاظ کے ساتھ نیت کرنا درست تو ہے لیکن یہ الفاظ قرآن وسنت سے ثابت نہیں، اس لیے ان الفاظ کو سنت یا ضروری نہ سمجھا جائے۔ اسی طرح اس کی اشاعت کا اس قدر اہتمام بھی ایک بے بنیاد بات ہے، اس سے بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں، لوگ صحیح مسئلے سے ناواقف رہتے ہیں۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

نیت کب تک کی جاسکتی ہے؟

نصف النہار شرعی: "نصف النہار" کا معنٰی ہے: آدھا دن۔ صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے تک پورے دن کا جتنا بھی وقت ہے اس کے آدھے وقت کو "نصف النہار شرعی" کہتے ہیں، یعنی شریعت کی نگاہ میں آدھا دن یہیں تک ہوتا ہے۔ (رد المحتار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، مراقی الفلاح)

رمضان کے روزے کی نیت رات سے بھی درست ہے اور سحری کے وقت یعنی صبح صادق سے پہلے بھی درست ہے، البتہ جس شخص نے سحری کے وقت بھی نیت نہیں کی یہاں تک کہ

صبح صادق کا وقت داخل ہو گیا تو وہ ''نصف النہار شرعی'' سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرسکتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ صبح صادق طلوع ہونے کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ اسی طرح وہ حضرات جو سحری سے رہ جاتے ہوں اور صبح صادق کے بعد ہی بیدار ہو جاتے ہوں تو ان کے لیے بھی اتنی سہولت ہے کہ وہ ''نصف النہار شرعی'' سے پہلے پہلے نیت کر کے روزہ رکھ لیا کریں اس شرط کے ساتھ کہ صبح صادق کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ (رد المحتار علی الدر المختار، فتاویٰ رحیمیہ، مراقی الفلاح مع نور الایضاح، بہشتی زیور)

جس شخص نے ''نصف النہار شرعی'' تک بھی نیت نہیں کی تو اس کے بعد اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں، اب اس کے ذمے اس روزے کی قضا رکھنا ضروری ہے، اور ایسا شخص اس دن دیگر روزہ داروں کی طرح افطار تک کچھ کھائے پیے گا بھی نہیں۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

نفلی، قضا اور کفارے کے روزوں کی نیت کب تک کی جاسکتی ہے؟

یہی حکم نفلی روزوں کا بھی ہے کہ اگر صبح صادق کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو تو نصف النہار شرعی سے پہلے تک ان کی نیت درست ہے، البتہ قضا اور کفارے کے روزوں کی نیت صبح صادق سے پہلے پہلے کرنی ضروری ہے، اگر کسی نے صبح صادق سے پہلے نیت نہیں کی تو صبح صادق کے بعد ان روزوں کی نیت معتبر نہیں۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، بہشتی زیور، رد المحتار)

سحری کے احکام

سحری کی فضیلت:

سحری کھانا سنت اور باعثِ برکت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سحری کرنے کی ترغیب دی ہے، اس لیے سحری کا اہتمام ہونا چاہیے، اس سے روزہ رکھنے میں قوت بھی رہتی ہے، اگر دل نہ بھی چاہے تب بھی کچھ نہ کچھ کھا پی لینا چاہیے، بھلے پانی ہی پی لے تب بھی کافی ہے،

لیکن اگر کسی نے نہار منہ ہی روزہ رکھ لیا تب بھی درست ہے۔(صحیح البخاری حدیث:1923، مسند احمد حدیث:11086، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، مراقی الفلاح، بہشتی زیور)

سحری بند کرنے کا آخری وقت کون سا ہے؟

سحری بند کرنے کا آخری وقت کون سا ہے؟ اس حوالے سے بہت سے لوگ لاعلمی کا شکار ہیں اور اسی لاعلمی کا نتیجہ ہے کہ وہ زندگی بھر غلطی میں مبتلا رہتے ہیں اور ان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس غلطی کی وجہ سے ان کے روزے درست ہی نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے کہ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص روزے رکھتا رہے لیکن اس کی اپنی ہی غلطیوں کے نتیجے میں اس کے یہ روزے شریعت کی نگاہ میں درست نہ ہوں۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس اہم مسئلے سے بھی آگاہی حاصل کرے تاکہ وہ غلطی سے محفوظ ہوسکے۔ آیئے قرآن وسنت کی روشنی میں اس اہم مسئلے کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ غلط فہمیوں اور شبہات کا ازالہ ہوسکے۔

سحری کا وقت رات ہی ہے:

قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے کہ جب تک رات ہے تو سحری کی جاسکتی ہے، لیکن جیسے ہی رات ختم ہوجائے تو سحری کا وقت بھی ختم ہوجاتا ہے، اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی رات ختم ہوجاتی ہے اور دن شروع ہوجاتا ہے۔ اس بات کو قرآن وسنت اور دیگر شرعی دلائل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سحری اور افطاری سے متعلق فرماتے ہیں کہ:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ۔(سورۃ البقرۃ آیت:187)

ترجمہ: اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ممتاز ہو کر تم پر واضح (نہ) ہو جائے، اس کے بعد رات آنے تک روزے پورے کرو۔ (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رات کو سیاہ دھاگے، جبکہ صبح صادق کو سفید دھاگے سے تشبیہ دی ہے اور کھانے پینے کی آخری حد بھی بیان فرمادی ہے کہ اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک صبح صادق طلوع نہ ہو جائے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کھانا پینا رات ہی کو درست ہے، اور جب صبح صادق طلوع ہو جائے تو اس کے بعد کھانا پینا جائز نہیں۔ اس آیت سے سحری کا آخری وقت بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ سحری رات ہی کو بند کرنی ضروری ہے، اور اس سے یہ اہم مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ سحری بند کرنے کا تعلق صبح صادق کے ساتھ ہے نہ کہ اذان کے ساتھ، جس کا مطلب یہ ہے کہ اذان بھلے نہ ہوئی ہو لیکن صبح صادق ہو چکی ہو تو اس کے بعد کھانا پینا جائز نہیں۔

اکابرین رمضان المبارک میں تلاوت قرآن پاک کثرت سے فرماتے تھے

دوسرا کام یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کا خاص اہتمام کرنا ہے، کیوں کہ رمضان المبارک کے مہینے کو قرآن کریم کے ساتھ خاص مناسبت اور تعلق ہے، اسی مہینے میں قرآن کریم نازل ہوا، ارشادِ مبارک ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ، (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۵)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری شریف ۱/ ۳، حدیث ۶)

تمام بزرگانِ دین کی زندگیوں میں یوں تو قرآنِ کریم میں اشتغال بہت زیادہ نظر آتا ہے، لیکن رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی تلاوت کے معمول میں غیر معمولی اضافہ

ہوجاتا، چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس مبارک مہینے میں ایک قرآنِ کریم دن میں، ایک رات میں اور ایک تراویح میں، اس طرح اکسٹھ (٦١) قرآن کریم ختم فرماتے تھے۔ ماضی کے ہمارے تمام اکابر (حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبدالرحیم رائپوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا یحییٰ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبدالقادر رائپوری رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا زکریا مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، فقیہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، کا رمضان المبارک میں تلاوتِ قرآن کریم کا معمول دیدنی ہوتا تھا۔ لہٰذا ہم کو بھی اس مبارک ماہ میں عام دنوں کے مقابلے میں تلاوت کی مقدار زیادہ کرنی ہے، اگر ہوسکے تو عام آدمی کو بھی روزانہ کم از کم تین پارے پڑھنے چاہئیں، تاکہ پورے مہینے میں کم از کم تین قرآنِ کریم ختم ہوجائیں۔

تراویح میں قرآنِ کریم صحیح پڑھیں

اس مبارک مہینے میں ہر مومن کو اس بات کی بھی فکر کرنی ضروری ہے کہ تراویح میں قرآنِ مجید صحیح اور صاف صاف پڑھا جائے، جلدی جلدی اور حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھنے سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ اس طرح قرآنِ کریم پڑھنا اللہ کے کلام کی عظمت کے خلاف ہے، نیز پڑھنے والے کو خود قرآنِ کریم بددعا دیتا ہے۔ (احیاء العلوم عن انس رضی اللہ عنہ ١/ ٢٧٤، فی ذمّ تلاوۃ الغافلین)

اس طرح قرآن کریم پڑھنے والا اور سننے والے سب گنہگار ہوتے ہیں۔ ہمارا حال یہ

ہے کہ حافظ صاحب نہایت تیز گامی کے ساتھ حروف کو کاٹ کاٹ کر پڑھتے چلے جارہے ہیں، ایک سانس میں سورۂ فاتحہ کو ختم کردیا جاتا ہے، صحیح طریقے سے رکوع، سجدہ اور تشہد ادا نہیں ہورہا ہے، چالیس پینتالیس منٹ میں پوری نماز ختم، اب گھنٹوں مجلسوں میں بیٹھ کر گپ شپ ہورہا ہے اور حافظ صاحب وسامعین میں سے کسی کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم نے قرآنِ کریم کی توہین میں کتنا حصہ لیا اور رمضان کی مبارک کی ساعتوں میں کتنی بے برکتی اور قرآن کریم کی کتنی بدعالی؟ خدارا اس صورتِ حال سے بچئے اور اس مبارک مہینے میں برکتوں اور رحمتوں کے دروازے کو اپنے اوپر بند نہ کیجیے اور صاف صحیح قرآن کریم پڑھنے اور سننے کا اہتمام کرکے دارین کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کیجیے۔

خوب استغفار اور توبہ کریں

چوتھا کام یہ کرنا ہے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنی ہے، حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مشہور حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی پہلی، دوسری اور تیسری سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے "آمین" فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل امین علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے اور جب میں نے منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو انھوں نے کہا: ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا آمین، الی آخر الحدیث (مستدرک حاکم ۴/ ۱۷۰، کتاب البر والصلۃ، الترغیب والترہیب ۲/ ۵۶)

ظاہر ہے کہ اس شخص کی ہلاکت میں کیا شبہ ہے جس کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام

بددعا کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہیں، اس لیے اس مبارک مہینے میں نہایت کثرت کے ساتھ گڑگڑا کر اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرے۔

دعا کا اہتمام

رمضان المبارک کی برکات کو حاصل کرنے کے لیے دعاؤں کا اہتمام بھی لازم ہے، بہت سی روایات میں روزے دار کی دعا کے قبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ اَلصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرَ** ، الحدیث۔ (ترمذی شریف ۲/ ۲۰۰، حدیث ۳۵۹۸، مسند احمد حدیث ۹۷۴۳)

ترجمہ: تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی (ضرور قبول ہوتی ہے) ایک روزے دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی بددعاء، اس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھالیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔

بہر حال یہ مانگنے کا مہینہ ہے، اس لیے جتنا ہو سکے دعا کا اہتمام کیا جائے، اپنے لیے، اپنے اعزہ واحباب اور رشتے داروں کے لیے، اپنے متعلقین کے لیے، ملک وملت کے لیے اور عالم اسلام کے لیے خوب دعائیں مانگنی چاہئیں، اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

صدقات کی کثرت کریں

رمضان المبارک میں نفلی صدقات بھی زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرنی چاہیے، حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا دریا پورے سال ہی

موجزن رہتا تھا، لیکن ماہِ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت ایسی ہوتی تھی جیسے جھونکے مارتی ہوئی ہوائیں چلتی ہیں (بخاری شریف ۱ / ۳) جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اس کو ضرور نوازتے۔ لہٰذا ہم کو بھی اس بابرکت مہینے میں اس سنت پر عمل کرتے ہوئے صدقات کی کثرت کرنی چاہیے۔

کھانے کی مقدار میں کمی کریں

ساتویں چیز جس کا لحاظ رمضان المبارک کے مقصد کو حاصل کرنے میں معاون ہے "کھانے کی مقدار میں کمی کرنا" ہے، کیوں کہ روزے کا مقصد قوتِ شہوانیہ و بہمیہ کا کم کرنا اور قوتِ ملکیہ ونورانیہ کا بڑھانا ہے، جب کہ زیادہ کھانے سے یہ غرض فوت ہوجاتی ہے، بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ افطار کے وقت تلافیٔ مافات میں (کہ پورے دن بھوکا رہا) اور سحر کے وقت حفظ ماتقدم میں (کہ پورے دن بھوکا رہنا ہے) اتنی زیادہ مقدار میں کھالیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے بھی اتنی مقدار کھانے کی نوبت نہیں آتی جس کی وجہ سے کھٹی ڈکاریں آنے لگتی ہیں، حقیقتاً ہم لوگ صرف کھانے کے اوقات بدلتے ہیں یعنی افظار میں، تراویح کے بعد اور پھر سحری میں، اس کے علاوہ کچھ بھی کمی نہیں کرتے، بلکہ مختلف قسم کی زیادتی ہی ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے قوتِ شہوانیہ و بہمیہ کم ہونے کے بجائے اور بڑھ جاتی ہے اور مقصد کے خلاف ہوجاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَا مَلَأَ اٰدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَه فَاِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ

لِطَعَامِہٖ وَثُلُثٌ لِشَرَابِہٖ وَثُلُثٌ لِنَفسِہٖ۔ (ترمذی شریف ۲/ ۶۰)

یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی برتن کا بھرنا اتنا ناپسند نہیں جتنا پیٹ کا بھرنا ناپسند ہے، ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جن سے کمر سیدھی رہے، اگر زیادہ ہی کھانا ہے تو ایک تہائی پیٹ کھانے کے لیے رکھے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھے۔ البتہ اتنا کم نہ کھائے کہ عبادات کے انجام دینے میں اور دوسرے دینی کاموں میں خلل واقع ہو۔

گناہوں سے پرہیز کریں

رمضان المبارک میں خاص طور پر گناہوں سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے، ہر مومن کو یہ طے کرلینا چاہیے کہ اس برکت ورحمت اور مغفرت کے مہینے میں آنکھ، کان اور زبان غلط استعمال نہیں ہوگی، جھوٹ، غیبت، چغل خوری اور فضول باتوں سے مکمل پرہیز کرے، یہ کیا روزہ ہوا کہ روزہ رکھ کر ٹیلی ویژن کھول کر بیٹھ گئے اور فحش وگندی فلموں سے وقت گزاری ہورہی ہے، کھانا، پینا اور جماع جو حلال تھیں ان سے تو اجتناب کرلیا لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر کسی کی غیبت ہورہی ہے، چغل خوری ہورہی ہے، جھوٹے لطیفے بیان ہورہے ہیں، اس طرح روزے کی برکات جاتی رہتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ۔ (صحیح بخاری ۱/ ۲۵۵)

ترجمہ: جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے باطل کام اور باطل کلام نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس

کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔یعنی روزے کے مقبول ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کھانا پینا چھوڑنے کے علاوہ معصیات ومنکرات سے بھی زبان ودہن اور دوسرے اعضاء کی حفاظت کرے، اگر کوئی شخص روزہ رکھے اور گناہ کی باتیں اور گناہ والے اعمال کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی پروا نہیں۔ (معارف الحدیث ۴/ ۰۰۰۰)

ایک اور حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ** ۔(سنن ابن ماجہ حدیث ۱۶۹۰۔سنن نسائی حدیث ۳۳۳۳)

ترجمہ: بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزے کے ثمرات میں سے بھوکا رہنے کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اگر گناہوں (غیبت وریاوغیرہ) سے نہ بچے تو روزہ، تراویح اور تہجد وغیرہ سب بیکار ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مَالَمْ يَخْرِقْهَا** ۔(نسائی شریف حدیث ۲۲۳۳، مسند احمد حدیث ۱۶۹۰)

ترجمہ: روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔یعنی روزہ آدمی کے لیے شیطان سے، جہنم سے اور اللہ کے عذاب سے حفاظت کا ذریعہ ہے، جب تک گناہوں (جھوٹ وغیبت وغیرہ) کا ارتکاب کرکے روزے کو خراب نہ کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث شریف میں ہے کہ اگر روزے دار سے کوئی شخص بدکلامی اور جھگڑا وغیرہ کرنے کی کوشش کرے تو روزے دار کہہ دے کہ میرا روزہ ہے۔یعنی میں ایسی لغویات میں پڑ کر روزے کی برکات سے محروم ہونا نہیں چاہتا۔ (صحیح بخاری ۱/ ۲۵۴، حدیث ۱۸۹۴، صحیح مسلم حدیث ۱۱۵۱)

تراویح میں ختمِ قرآن کی شرعی حیثیت

تراویح میں ایک بار مکمل قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے، اس کو چھوڑنے والا تارک سنت کہلائے گا۔ہاں ایک سے زائد مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا باعث سعادت وثواب ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ مَنْ اَمَّ النَّاسَ فِیْ رَمْضَانَ فَلْیَأْخُذْ بِھِمُ الْیُسْرَ فَاِنْ کَانَ بَطِیْءَ الْقِرَاءَۃِ فَلْیَخْتِمِ الْقُرْآنَ خَتْمَۃً وَاِنْ کَانَ قِرَاءَۃً بَیْنَ ذٰلِكَ، فَخَتْمَۃً وَنِصْفاً وَاِنْ کَانَ سَرِیْعَ الْقِرَاءَۃِ فَمَرَّتَیْنِ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ : ج5 ص222 باب فی صلاۃ رمضان)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں لوگوں کونماز تراویح پڑھائے وہ ان سے آسانی کا معاملہ کرے۔ اگر اس کی قرأت آہستہ ہوتو ایک قرآن کریم کاختم کرے،قرأت کی رفتار درمیانی ہوتو ڈیڑھ اوراگرتیز قرأت کرسکتا ہوتو پھر دوبار قرآن کاختم کرے۔قَالَ الْاِمَامُ الْفَقِیْہُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ الْحَصْکَفِیْ رَحِمَہُ اللہِ :(وَالْخَتْمُ)مَرَّۃً سُنَّۃٌ وَمَرَّتَیْنِ فَضِیْلَۃٌ وَثَلَاثًا اَفْضَلُ (وَلَایُتْرَكُ الْخَتْمُ (لِکَسْلِ الْقَوْمِ)(الدرالمختار للحصکفی: ج2 ص601 کتاب الصلاۃ،مبحث صلاۃ التراویح)

ترجمہ: امام محمد بن علی الحصکفی فرماتے ہیں:تروایح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت، دوبار فضیلت اورتین بار افضل ہے،قوم کی سستی کی وجہ سے چھوڑا نہ جائے۔اَلسُّنَّۃُ فِی التَّرَاوِیْحِ اِنَّمَاھُوَ الْخَتْمُ مَرَّۃً فَلَایُتْرَكُ لِکَسْلِ الْقَوْمِ ۔(فتاوی عالمگیریہ ج1 ص130 فصل فی التروایح)

ترجمہ:تروایح میں ایک بارختم قرآن کرنا سنت ہے،لوگوں کی سستی کی وجہ سے ترک نہ کیاجائے۔

تراویح میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنے کا مسئلہ:

تراویح میں قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا جائزنہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : نَهَانَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ (کتاب المصاحف لابن ابی داوٗد:ص 711 باب ہل یؤم القرآن)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کرقرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَؤُمَّ الرَّجُلُ فِي الْمُصْحَفِ. (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج5 ص89 باب من کرہہ) ای الامامۃ بالقراءۃ فی المصحف)

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی امام بنے اورقرآن دیکھ کر پڑھائے۔

نابالغ کی امامت کا مسئلہ:

نابالغ بچے کے پیچھے تراویح ادا کرنا جائز نہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : نَهَانَا أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ، وَنَهَانَا أَنْ يَّؤُمَّنَا إِلَّا الْمُحْتَلِمُ ۔ (کتاب المصاحف لابن ابی داوٗد:ص 711 باب ہل یؤم القرآن فی المصحف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کرقرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں اور ہمیں یہ حکم دیا کہ بالغ امامت کروائیں۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: لَا يَؤُمُّ الْغُلَامُ حَتّٰى تَجِبَ عَلَيْهِ الْحُدُوْدُ. (نیل الاوطار للشوکانی: ج3 ص176 باب ماجاء فی امامۃ الصبی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچہ امامت نہ کرائے جب

تک اس قابل نہ ہو جائے کہ اس پر حدود لگ سکیں (یعنی بالغ ہو جائے)

ائمہ اربعہ اور بیس رکعات تراویح

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سنتوں اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مقدس طریقوں کی حفاظت وتدوین جس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ حضرات ائمہ اربعہ نے فرمائی ہے یہ مقام امت میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔اسی لیے پوری امت ان ہی کی رہنمائی میں پاک سنتوں پر عمل کر رہی ہے، یہ تمام ائمہ بیس رکعات کے قائل تھے، تفصیل پیش خدمت ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت:

امام اعظم فی الفقہاء امام ابوحنیفہ اور آپ کے تمام مقلدین بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں۔

1: علامہ ابن رشد اپنی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

فاختار۔۔۔ابوحنیفۃ ۔۔۔القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر۔(ج1ص214)

امام ابوحنیفہ کے ہاں قیام رمضان بیس رکعت ہے، وتر علاوہ ہیں۔

2: امام قاضی خان حنفی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں: **عن ابی حنیفۃ قال القیام فی شھر رمضان سنۃ۔۔۔۔کل لیلۃ سوی الوتر عشرین رکعۃ خمس ترویحات۔** (فتاویٰ قاضی خان ج1ص112)

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ رمضان میں ہر رات بیس رکعت یعنی پانچ ترویحے وتر کے علاوہ پڑھنا سنت ہے۔

3: علامہ ابن عابدین شامی جو فقہ حنفی کے عظیم محقق ہیں، فرماتے ہیں:

(قوله وعشرون ركعة) وهوقول الجمهور وعليه عمل الناس شرقاوغربا (ردالمحتار ج2 ص495)

بیس رکعات ہی جمہور کا قول ہے اوراسی پر شرقاغربا پوری امت کاعمل ہے۔

امام مالک بن انس:

امام مالک نے ایک قول کے مطابق بیس رکعت تراویح کو مستحسن کہا ہے۔علامہ ابن رشد فرماتے ہیں:**واختار مالك فی احد قوليه القيام بعشرين ركعة** (بدایۃالمجتہد ج1 ص214)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے ایک قول میں بیس رکعت تراویح کواختیار فرمایا ہے۔

دوسراقول چھتیس کا ہے جن میں بیس تراویح اور سولہ نفل تھیں تفصیل گزرچکی۔

امام محمد بن ادریس شافعی:

ائمہ اربعہ میں سے مشہور امام ہیں،آپ فرماتے ہیں:

احب الی عشرون ـ وكذالك يقومون بمكة ـ (قیام اللیل ص159)

مجھے بیس رکعت تراویح پسند ہے،مکہ میں بھی بیس رکعت پڑھتے ہیں

دوسرے مقام پرارشاد فرماتے ہیں:**وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة** ـ (جامع الترمذی ج1 ص166 باب ماجاءفي قيام شتہ ررمضان)

میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کوبیس رکعت نماز تراویح پڑھتے پایا ہے۔

مشہور شافعی عالم محقق العصر امام نووی دمشقی فرماتے ہیں:اعلم ان صلوة التراويح سنة باتفاق العلماء وهي عشرون ركعة ـ (کتاب الاذکار:ص226)

تراویح باتفاق علماء سنت ہے اور یہ بیس رکعت ہے۔

امام احمد بن حنبل:

آپ بیس رکعت تراویح کے قائل تھے۔ چنانچہ فقہ حنبلی کے ممتاز ترجمان امام ابن قدامہ لکھتے ہیں: **والمختار عند ابی عبداللہ (احمد بن حنبل) فیھا عشرون رکعۃ وبھذا قال الثوری وابوحنیفۃ والشافعی**۔ (المغنی ج1 ص802)

ترجمہ: مختار قول کے مطابق امام احمد بن حنبل بیس رکعت کے قائل تھے اور یہی مذہب امام سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا ہے۔

مشائخ عظام اور بیس رکعت تراویح

امت مسلمہ میں جو مشائخ گزرے ہیں ان کا عمل، اخلاق اور حسنِ کردار اس امت کے لیے قابل اتباع ہے، ان کی زندگی پر نظر ڈالی جائے تو وہ بھی بیس رکعت پر عمل پیرا نظر آتے ہیں جو یقیناً رشد و ہدایت کی دلیل ہے۔

شیخ ابو حامد محمد غزالی م 505ھ: **التراویح وھی عشرون رکعۃ و کیفیتھا مشھورۃ وھی سنۃ مؤکدۃ**۔ (احیاء العلوم ج1 ص123)

ترجمہ: تراویح بیس رکعات ہیں جن کا طریقہ مشہور ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہیں۔

شیخ عبدالقادر جیلانی م 561ھ:

آپ علوم اسلامیہ کے ہر فن میں بے بدل عالم، تصوف و سلوک کے مشہور امام تھے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں تراویح سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

صلوۃ التراویح سنۃ النبی وھی عشرون رکعۃ،(ص:267،268)

تراویح کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اور بیس رکعت ہے

شیخ امام عبدالوہاب شعرانی م973ھ:

آپ مشہور محدث ،فقیہ اور سلسلہ تصوف میں ایک خاص مقام کے مالک تھے۔ اپنی مشہور زمانہ کتاب "المیزان الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں: **التراویح فی شھر رمضان عشرون رکعۃ**۔(ص153)

ترجمہ: تراویح رمضان میں بیس رکعت ہے۔

حرمین شریفین اور بیس رکعات تراویح

اسلام کے دو مقدس حرم؛ حرم مکہ وحرم مدینہ میں چودہ سو سال سے بیس رکعت سے کم تراویح پڑھنا ثابت نہیں بلکہ بیس رکعت ہی متوارث ومتواتر عمل رہا ہے۔ چنانچہ مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے سابق قاضی شیخ عطیہ سالم نے مسجد نبوی میں نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر "التراویح اکثر من الف عام" کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف فرما کر ثابت کیا ہے کہ چودہ سو سالہ مدت میں بیس رکعت متواتر عمل ہے، اس سے کم ثابت نہیں۔ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کی طرف سے "کلیۃ الشریعۃ والدراسات الاسلامیۃ" مکہ مکرمہ کے استاذ شیخ محمد علی صابونی کا ایک رسالہ "الھدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح" کے نام سے شائع کیا گیا ہے جس میں شیخ صابونی نے عہد خلافت راشدہ سے لے کر عہد حکومت سعودیہ تک مکہ مکرمہ ومسجد حرام میں ہمیشہ بیس رکعات تراویح پڑھے جانے کا ثبوت دیا ہے۔

خلاصہ کلام:

مذکورہ احادیث وآثار، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کے افعال ، ائمہ

مجتہدین رحمہم اللہ کے اقوال سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(1)۔۔۔آپ علیہ السلام نے لوگوں کو قیام رمضان کی بہت ترغیب دی، خود بھی پڑھتے رہے، تین دن اس کی جماعت کرائی اور امت کے لیے اسے مسنون قرار دیا۔

(2)۔۔۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ کی احادیث سے ظاہر ہے۔ چونکہ ان روایات کو امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے اس لیے یہ صحیح لغیرہ کے درجہ میں ہیں۔

(3)۔۔۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر ہمیشگی فرمائی اور بیس رکعت پر امت کو جمع کیا۔ تمام مہاجر و انصار صحابہ کی موجودگی میں اس پر اجماع ہو گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی۔

(4)۔۔۔دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور حضرات تابعین بھی بیس رکعت تراویح کے قائل و فاعل رہے۔

(5)۔۔۔ائمہ اربعہ رحمہ اللہ اور ان کے مقلدین بیس رکعت ہی پڑھتے چلے آرہے ہیں، گویا یہ عملا متوارث و متواتر ہے۔

(6)۔۔۔بلاد اسلامیہ خصوصاً مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ و کوفہ وغیرہ میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی ہے۔

(7)۔۔۔امت مسلمہ کے مشائخ و بزرگان بیس رکعت پر ہی عمل پیرا رہے۔

(8)۔۔۔عرصہ چودہ سو سال سے اسلام کے عظیم مراکز حرمین شریفین میں بیس رکعت ہی پڑھائی جاتی ہیں اور آج بھی رمضان المبارک کی بہاروں میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی ہے۔

جمہور علماء کا موقف اور اجماعِ امت

ماہعی قاری شرح نایہ مس ا لے آ ہس :

فصار اجماعا لما روی البیہقی باسناد صحیح: انہم کانوا یقیمون علی عہد عمر بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان وعلی رضی اللہ عنہما۔ (ج1 ص342، فصل فی صلاۃ التراویح)

ترجمہ: پس (بیس رکعت) پر اجماع ہوگیا کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے، ایسے ہی خلافت عثمان اور خلافت علی رضی اللہ عنہما میں بھی۔

(2)۔۔علامہ سید محمد بن محمد الزبیدی الشہیر بالمرتضیٰ فرماتے ہیں:

وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمر اخذ ابو حنیفۃ والنووی والشافعی واحمد والجمہور واختارہ ابن عبدالبر۔ (اتحاف السادۃ المتقین بشرح احیاء علوم الدین ج3 ص422)

ترجمہ: اس اجماع کی وجہ سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا تھا، امام ابوحنیفہ ،امام نووی، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ اور جمہور حضرات نے (بیس رکعت تراویح) کو اختیار کیا ہے اور اسی کو علامہ ابن عبدالبر نے بھی پسند کیا ہے۔

(3)۔۔امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واکثر اہل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرہما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ۔ (سنن الترمذی ج1 ص166)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

اورحضرت عمررضی اللہ عنہ اوردیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

(4)۔۔مشہورفقیہ، ملک العلماء علامہ ابوبکر الکاسانی رحمہ اللہ اپنی کتاب بدائع الصنائع میں اس اجماع کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں: **والصحیح قول العامة لماروی ان عمررضی اللہ عنہ جمع ابی بن کعب فیصلی بھم فی کل لیلة عشرین رکعة ولم ینکر علیه احدفیکون اجماعامنھم علی ذلک**۔(بدائع الصنائع ج1 ص644)

ترجمہ: صحیح عام علماء ہی کاقول ہے، اس لیے کہ یہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمر نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کورمضان المبارک میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیاانہوں نے ان کو ہررات بیس رکعت پڑھائیں اوراس پرکسی نے انکارنہیں کیا۔پس یہ صحابہ کرام کی طرف سے بیس رکعت پراجماع ہوگیا۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وھوقول جمھور العلماء وبه قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء وھوالصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابة۔(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج8 ص246)

ترجمہ: بیس رکعت تراویح جمہورعلماء کاقول ہےاوریہی قول اہل کوفہ، امام شافعی اوراکثر فقہاءکرام کاہےاورحضرت ابی بن کعب سے بھی یہی قول صحت سے مروی ہے،صحابہ میں سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(وھی عشرون رکعة)ھوقول الجمھور وعلیه عمل الناس شرقا وغربا۔(ردالمحتار لابن عابدین شامی ج2 ص495)

ترجمہ: بیس رکعت ہی جمہور کا قول ہے اوراسی پر شرقا غربا پوری امت کا عمل ہے۔

استاذ المحدثین فقیہ النفس، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہ اپنے رسالہ الحق الصریح میں فرماتے ہیں: الحاصل ثبوت بست رکعت باجماع صحابہ رضی اللہ عنہ درآخر زمان عمر رضی اللہ عنہ ثابت شد پس سنت باشد وکسے کہ از سنت آہ انکار دارد خطاست۔ (الحق الصریح ص14)

خلاصہ یہ کہ بیس رکعات کا ثبوت اجماع صحابہ سے ثابت شدہ ہے، لہذا یہی سنت ہے اور جو شخص اس کے سنت ہونے کا انکار کرے وہ غلطی پر ہے۔

بلادِ اسلامیہ میں تعداد رکعات تراویح

بلاد اسلامیہ، اسلامی تعلیمات کے آئینہ دار ہوتے ہیں خصوصاً جب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا دور مبارک ہو توان میں اسلام کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ رمضان المبارک میں جب ان پر نظر ڈالی جائے تو ان میں مسلمان بیس تراویح پڑھتے نظر آتے ہیں۔ ذیل میں مشہور اسلامی شہروں میں پڑھی جانے والی تراویح کی مختصر تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

اہل مکہ:

امام دارالہجرۃ امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وبمكة بثلاث وعشرين**۔ (نیل الاوطار: ج1 ص514)

مکہ میں تئیس رکعت (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھے جاتے ہیں

2: امام عطاء بن ابی رباح مشہور تابعی ہیں۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر وغیرہ جلیل القدر صحابہ کے شاگرد ہیں دوسو صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔ (تہذیب التہذیب: ج4 ص488)

آپ مکی ہیں، اپنے شہر میں پڑھی جانے والی تراویح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **ادرکت الناس وھم یصلون ثلاث وعشرین رکعة بالوتر**۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2 ص285 باب م یصلي في رمضان من رکعۃ)

میں نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے

3: مشہور امام فقیہ محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: **ھکذا ادرکت ببلدنا بمکة یصلون عشرین رکعة**۔ (جامع الترمذی: ج1 ص166)

میں نے اپنے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھتے پایا ہے

اہل مدینہ:

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ خلافت راشدہ کے دارالخلافہ کی حیثیت سے عہد فاروقی میں تراویح کو اجتماعی شکل دینے کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا، جیسا کہ ماقبل میں بالتفصیل گزرا کہ دور صدیقی وعثمانی میں مدینہ منورہ میں بیس رکعت ہی پڑھی جاتی رہی۔

1: حضرت ابن ابی ملیکہ مشہور تابعی ہیں، تیس صحابہ کرام کی زیارت کی ہے۔آپ مدینہ منورہ کے رہنے والے ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ج3 ص559)

آپ کے متعلق نافع بن عمر فرماتے ہیں: **کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة** (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج2 ص285 باب کم یصلي فِي رَمَضَانَ مِنْ رَکْعَۃٍ)

حضرت ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے

2: حضرت داؤد بن قیس رحمہ اللہ جو مدینہ کے رہنے والے تھے، مشہور محدث وحافظ تھے، فرماتے ہیں: **ادرکت الناس بالمدینة فی زمن عمر بن عبدالعزیز وابان بن**

عثمان یصلون ستا وثلاثین رکعۃ ویوترون بثلاث (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج 2 ص 285 باب کم یصلي فِي رَمَضَانَ مِنْ رَكْعَة)

چھتیس رکعت (تراویح)

میں نے مدینہ میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور ابان بن عثمان کے دور میں لوگوں کو چھتیس رکعت (تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے پایا ہے۔

36 رکعات تراویح کیسے بنی؟ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

تشبیھا باھل مکۃ حیث کانوا یطوفون بین کل ترویحتین طوافا ویصلون رکعتیہ ولایطوفون بعدالخامسۃ فاراد اھل المدینۃ مساواتھم فجعلوا مکان کل طواف اربع رکعات۔ (الحاوی للفتاوی ج 1 ص 336)

ترجمہ: اہل مدینہ نے اہل مکہ کی مشابہت کے لیے 36 رکعات اختیار کرلیں کیونکہ اہل مکہ چار رکعت کے بعد طواف کعبہ کرلیتے تھے اور پانچویں ترویحہ کے بعد طواف نہیں کرتے تھے۔ پس اہل مدینہ طواف کی جگہ پر 4 رکعات کے بعد 4 رکعات (نفل) پڑھ لیتے تھے۔

گویا ان کی اضافی رکعات تراویح کا حصہ نہ تھیں بلکہ درمیان کی نفلی عبادت میں شامل تھیں۔ تراویح فقط بیس رکعات ہی تھیں۔

اہل کوفہ:

کوفہ اسلامی شہر ہے جو عہد فاروقی میں 17ھ میں بحکم امیر المومنین تعمیر کیا گیا۔ فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے عظیم المرتبت صحابی کو تعلیم وتدریس کے لیے کوفہ شہر بھیجا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دارالخلافہ بنایا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس شہر

میں چار ہزار حدیث کے طلبہ اور چار سو فقہاء موجود تھے۔امام بخاری فرماتے کہ میں شمار نہیں کرسکتا کہ کوفہ طلب حدیث کے لیے کتنی مرتبہ گیا ہوں۔(مقدمہ نصب الرایۃ للکوثری ملخصاً)

1: کوفہ کے مشہور فقیہ، مفتی اہل کوفہ حضرت ابراہیم بن یزید نخعی فرماتے ہیں:

الناس کانوا یصلون خمس ترویحات فی رمضان۔(کتاب الآثار:ص 41)

(صحابہ وتابعین) رمضان میں پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

2: مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر جنہوں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر وغیرہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے علم حاصل کیا کوفہ ہی میں شہید کیے گئے، آپ کے بارے میں منقول ہے: **عن إسماعيل بن عبد الملك قال كان سعيد بن جبير يؤمنا في شهر رمضان فكان يقرأ بالقراءتين جميعا يقرأ ليلة بقراءة بن مسعود فكان يصلي خمس ترويحات**۔(مصنف عبدالرزاق ج4 ص204 باب قیام رمضان)

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیرؒ رمضان کے مہینے میں ہماری امامت کرواتے تھے آپ دونوں قرائتیں پڑھتے تھے ایک رات ابن مسعودؓ کی قرأت (اور دوسری رات حضرت عثمان کی قرأت) آپؒ پانچ ترویحے (یعنی بیس رکعت) پڑھتے تھے۔

3: حضرت شتیر بن شکل، حضرت علی کے شاگرد تھے کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔

عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ: أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِينَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ. مصنف ابن أبي شيبة، ج2 ص 285 باب كم يصلي فِي رَمَضَانَ مِنْ رَكْعَة)

حضرت شتیر بن شکل لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

4: حضرت حارث ہمدانی، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد

تھے،65ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔آپ کے بارے میں روایت ہے:

عَنِ الْحَارِثِ : أَنَّهُ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِي رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج2 ص285 باب کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

حضرت حارث رحمہ اللہ لوگوں کو رمضان کی راتوں میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

5: مشہور تابعی امام سفیان ثوری کوفہ کے رہنے والے تھے، 161ھ میں وفات پائی۔**قال الترمذی رحمہ اللہ: روي عن عمر وعلي وغيرهما من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة وهو قول الثوري۔** (جامع الترمذی ج1 ص166)

ترجمہ: اکثر اہل علم کا موقف بیس رکعت ہی ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی موقف امام سفیان ثوری کا بھی ہے۔

اہل بصرہ:

حضرت یونس بن عبید جو حضرت حسن بصری اور امام ابن سیرین کے شاگرد اور سفیان ثوری وشعبہ کے استاد ہیں، فرماتے ہیں: **ادركت مسجدالجامع قبل فتنة ابن الاشعث يصلى بهم عبدالرحمن بن ابى بكر وسعيد بن ابى الحسن وعمران العبدى كانوا يصلون خمس تراويح۔** (قیام اللیل للمروزی ص158)

ترجمہ: میں نے ابن الاشعث کے فتنہ سے پہلے جامع مسجد بصرہ میں دیکھا کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر، حضرت سعید بن ابی الحسن اور حضرت عمران عبدی رحمہ اللہ لوگوں کو پانچ ترویحے (بیس رکعت) پڑھاتے تھے۔

دیگر صحابہ وتابعین اوربیس رکعات تراویح

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن زمانوں کے خیر اورتمام زمانوں سے بہتر ہونے کی خبردی ہے وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ،تابعین اورتبع تابعین کا زمانہ ہے۔امام بخاری حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آپ علیہ السلام کاارشادنقل کرتے ہیں:**خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ.** (صحیح البخاری:ج1 ص362،باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

ترجمہ:تمام زمانوں میں سے بہتر میرا زمانہ ہے،پھر وہ جو اس کے ساتھ ملا ہے،پھر وہ جو اس کے ساتھ ملا ہے۔

حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی چشم دید گواہ ہیں،ان کی راست گفتاری اورصدق مقال پران کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شاہد ہے جس طرح انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کودیکھا اسی پر ہمیشہ کاربند رہے،اسی طرح حضرات تابعین رحمہ اللہ نے بھی حضرت صحابہ رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال کولیااورپوری زندگی کے لیے راہِ عمل بنالیا۔تراویح کے بارے میں جس طرح حضرات خلفاء راشدین کاعمل تھا کہ بیس رکعت پڑھتے اورحکم دیتے رہے دیگر صحابہ کرام اورتابعین عظام وغیرہ بھی بیس رکعت ہی پڑھتے پڑھاتے رہے۔ذیل میں ان شخصیات میں سے چند کاعمل پیش کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بیس رکعت تراویح ہی پڑھی اورپڑھائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود:

مشہورقدیم الاسلام صحابی ہیں۔ان کو یہ سعادت حاصل تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

نعلین مبارک اٹھاتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعادی تھی کہ اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطافرما۔ان کے بارے میں حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں: **كَانَ عَبْدُاللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ شَهْرِ رَمْضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَ عَلَيْهِ لَيْلٌ، قَالَ الْاَعْمَشُ: كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ۔** (قیام اللیل للمروزی ص 157)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رمضان میں ہمیں تراویح پڑھاتے تھے اور گھر لوٹ جاتے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی۔حدیث کے راوی اعمش فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس روایت کی مکمل سند عمدۃ القاری شرح البخاری للعلامۃ العینی میں موجود ہے، افادۃً نقل کی جاتی ہے:

رواه محمد بن نصر المروزی قال أخبرنا يحيى بن يحيى أخبرنا حفص بن غياث عن الأعمش عن زيد بن وهب قال كان عبد الله بن مسعود
(عمدۃ القاری ج 8 ص 246 باب فضل من قام رمضان)

اور یہ سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

حضرت ابی بن کعب:

آپ جلیل القدر صحابی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سب سے بڑا قاری ہونے کا لقب عطا فرمایا۔آپ کے بارے میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ حضرت عبدالعزیز بن رفیع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں: **كان ابی بن كعب يصلی بالناس فی رمضان بالمدينة عشرين ركعة ويوتر بثلاث۔** (مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 285 کم یصلی فی رمضان من رکعۃ)

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

شبہ:

اہل حدیث نے لکھا: عبدالعزیز بن رفیع کی حضرت ابی بن کعب سے ملاقات ثابت نہیں، لہذا یہ روایت منقطع ہے۔ (مقدار قیام رمضان از زئی غیر مقلد ص76)

جواب:

امام عبدالعزیز بن رفیع م 130ھ صحاح ستہ کے راوی ہیں اور خیر القرون کے ثقہ محدث ہیں۔ (تقریب التھذیب: ص389)

اور جمہور محدثین خصوصاً عندالاحناف خیر القرون کا ارسال وانقطاع مضر صحت نہیں۔ (تفصیل گزرچکی ہے) پس اعتراض باطل ہے۔

رمضان کا سنت اعتکاف کتنے دن کا ہوتا ہے؟

رمضان کا سنت اعتکاف پورے آخری عشرے کا ہوتا ہے، اس لیے جو حضرات عشرے سے کم کے اعتکاف کے لیے بیٹھنا چاہیں تو ان کا اعتکاف نفل کہلاتا ہے اور اس پر نفل اعتکاف ہی کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

نوٹ: جو لوگ کسی وجہ سے پورے عشرے کا اعتکاف نہیں کرسکتے تو ان کو جتنے دن کا موقع مل رہا ہو تو وہ اتنے ہی دن نفلی اعتکاف کے لیے بیٹھ جائیں، کیوں کہ اس کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ اسی طرح وہ حضرات جو دن کو کام کاج کی وجہ سے اعتکاف میں نہیں بیٹھ سکتے تو وہ رات کو ہی نفلی اعتکاف کرلیا کریں، اسی طرح چھٹی کے دنوں میں بھی اس نفلی اعتکاف کی فضیلت حاصل کی جاسکتی ہے۔

اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف

اعتکاف کا اہتمام:

اعتکاف سے مراد اللہ کی عبادت و بندگی کے لیے مسجد میں ٹھہرنا ہے جو کہ قرآن وسنت سے ثابت ہے اور یہ وہ عبادت ہے جس کے اندر بہت ساری عبادتیں اکٹھا ہو جاتی ہیں جیسے تلاوت قرآن، صلاۃ، ذکر واذکار، دعا ونوافل، توبہ واستغفار وغیرہ جس کے صحیح ہونے کے لیے نیت اعتکاف اور ایسی مسجد کا ہونا شرط ہے جس میں باجماعت صلاۃ ادا کی جاتی ہو، اعتکاف گھنٹہ دو گھنٹہ کے لیے ہوسکتا ہے۔لیکن علماء کے صحیح اقوال میں سے سب سے صحیح بات یہ ہے کہ کم ازکم اعتکاف کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے، اعتکاف میں بیٹھنے والا شخص اپنی انسانی ضروریات جیسے پاخانہ، پیشاب، طہارت وصفائی اور کھانے پینے کے لیے اعتکاف گاہ سے نکل سکتا ہے البتہ جنازہ میں شرکت کے لیے یا مریض کی عیادت کے لیے نہیں نکلے گا الا یہ کہ اس نے اعتکاف کے شروع میں شرط لگالی ہو۔اسی طرح معتکف امامت بھی کراسکتا ہے اور اگر ضرورت ہو تو خطبہ وغیرہ بھی دے سکتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی وفات تک یہ معمول رہا کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں مسجد کے اندر اعتکاف کرتے تھے لیکن سال وفات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔(بخاری)

کون اعتکاف کے لیے بیٹھ سکتا ہے؟

1: ہروہ مسلمان جو عاقل ہو وہ اعتکاف کے لیے بیٹھ سکتا ہے، چاہے مرد ہو یا عورت۔(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مراقی الفلاح، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائل اعتکاف)

2: اعتکاف میں بیٹھنے کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں ہے، اس لیے نابالغ لڑکا اگر سمجھ دار ہو تو وہ بھی اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے۔

اعتکاف کی چند ضروری مسائل

ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں کیا جانے والا اعتکاف "سنت مؤکدہ علی الکفایہ" ہے، یعنی بڑے شہروں کے محلے کی کسی ایک مسجد میں اور گاؤں دیہات کی پوری بستی کی کسی ایک مسجد میں کوئی ایک آدمی بھی اعتکاف کرے گا تو سنت سب کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔ اگر کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب گنہگار رہوں گے۔ اس اعتکاف کے چند مسائل یہ ہیں:

مسئلہ 1: رمضان کے سنت اعتکاف کا وقت بیسواں روزہ پورا ہونے کے دن غروبِ آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور عید کا چاند نظر آنے تک رہتا ہے۔ معتکف کو چاہیے کہ وہ بیسویں دن غروبِ آفتاب سے پہلے اعتکاف والی جگہ پہنچ جائے۔

مسئلہ 2: جس محلے یا بستی میں اعتکاف کیا گیا ہے، اس محلے اور بستی والوں کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی اگرچہ اعتکاف کرنے والا دوسرے محلے کا ہو۔

مسئلہ 3: آخری عشرے کے چند دن کا اعتکاف، اعتکافِ نفل ہے، سنت نہیں۔

مسئلہ 4: عورتوں کو مسجد کے بجائے اپنے گھر میں اعتکاف کرنا چاہیے۔

مسئلہ 5: سنت اعتکاف کی دل میں اتنی نیت کافی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کیلیے رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں۔

مسئلہ 6: کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف بٹھانا جائز نہیں۔

مسئلہ 7: مسجد میں ایک سے زائد لوگ اعتکاف کریں تو سب کو ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ 8: مسنون اعتکاف کی نیت بیس تاریخ کے غروبِ شمس سے پہلے کر لینی چاہیے، اگر کوئی شخص وقت پر مسجد میں داخل ہو گیا لیکن اس نے اعتکاف کی نیت نہیں کی اور سورج

غروب ہو گیا تو پھر نیت کرنے سے اعتکاف سنت نہیں ہو گا۔

مسئلہ 9: اعتکافِ مسنون کے صحیح ہونے کیلیے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں:

1: مسلمان ہونا

2: عاقل ہونا

3: اعتکاف کی نیت کرنا

4: مرد کا مسجد میں اعتکاف کرنا

5: مرد اور عورت کا جنابت یعنی غسل واجب ہونے والی حالت سے پاک ہونا (یہ شرط اعتکاف کے جائز ہونے کیلیے ہے لہذا اگر کوئی شخص حالت جنابت میں اعتکاف شروع کر دے تو اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن یہ شخص گناہگار ہو گا)

6: عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا

7: روزے سے ہونا (اگر اعتکاف کے دوران کوئی ایک روزہ نہ رکھ سکے یا کسی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے تو مسنون اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا۔)

10: جس شخص کے بدن سے بدبو آتی ہو یا ایسا مرض ہو جس کی وجہ سے لوگ تنگ ہوتے ہوں تو ایسا شخص اعتکاف میں نہ بیٹھے البتہ اگر بدبو تھوڑی ہو جو خوشبو وغیرہ سے دور ہو جائے اور لوگوں کو تکلیف نہ ہو، تو جائز ہے۔

سنت اعتکاف کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟

1: رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف 21 رمضان کی رات سے شروع ہوتا ہے، اور جب عید کا چاند نظر آجائے تو یہ اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

2: اعتکاف کے لیے بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ 20 رمضان کو سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد آجائے تاکہ جب سورج غروب ہونے لگے تو یہ اعتکاف کی حالت میں ہو، اور جب عید کا چاند نظر آجائے تو یہ اعتکاف ختم ہوجاتا ہے، اس کے بعد مسجد سے نکل سکتا ہے۔ یاد رہے کہ جو شخص 20 رمضان کو سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف کے لیے نہیں بیٹھا بلکہ سورج غروب ہوجانے کے بعد بیٹھا تو اس کا اعتکاف سنت نہیں کہلائے گا، اب اگر اس کے باوجود بھی وہ بیٹھنا چاہے تو اس کا اعتکاف نفلی شمار ہوگا اور اس پر نفلی اعتکاف ہی کے احکام جاری ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم: 9741، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

اعتکاف کے لیے نیت کے احکام

1: اعتکاف کے لیے نیت کا ہونا ضروری ہے کہ دل میں نیت کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں۔ دل میں نیت کافی ہے، البتہ زبان سے بھی یہ الفاظ ادا کرنا درست ہے لیکن ضروری نہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، رد المحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

2: سنت اعتکاف کی یہ نیت 20 رمضان کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے کرنی ضروری ہے، اس لیے جس شخص نے مسجد آنے کے بعد بھی نیت نہیں کی حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا تو اب اس کے بعد اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، مسائلِ اعتکاف)

اعتکاف کون سی جگہ درست ہے؟

1: اعتکاف صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد ہی میں ہو، یہی وجہ ہے کہ مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف کرنا درست نہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، امداد الاحکام، رد المحتار علی الدر المختار، مسائل اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

2: اعتکاف کے لیے سب سے افضل جگہ مسجد حرام ہے، پھر مسجد نبوی، پھر مسجد اقصیٰ، پھر اس

کے بعد کسی بھی جامع مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے، اور جامع مسجد میں اعتکاف کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے لیے باہر جانا نہیں پڑتا۔ ویسے تو اعتکاف ہر اس مسجد میں بھی جائز ہے جس میں صرف پنج وقتہ نماز ادا کی جاتی ہو اور جمعہ نہ ہوتا ہو، البتہ جس مسجد میں پنج وقتہ نماز ادا نہیں کی جاتی وہاں اعتکاف جائز تو ہے لیکن افضل نہیں، البتہ اگر کسی کو جامع مسجد اور پنج وقتہ نماز والی مسجد میسر نہ ہو تو وہ ایسی مسجد ہی میں اعتکاف کو غنیمت جانے۔ (سنن ابی داؤد رقم: 2475، مصنف عبد الرزاق رقم: 8009، احکامِ اعتکاف، رد المحتار، مسائل اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ، احسن الفتاویٰ)

مسجد کی شرعی حدود اور ان سے واقفیت حاصل کرنے کی ضرورت

1: اعتکاف چونکہ مسجد میں ہوا کرتا ہے اس لیے معتکف کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد کی شرعی حدود سے واقفیت حاصل کرے، کیوں کہ اس سلسلے میں ذرا سی بھی کوتاہی اعتکاف کو فاسد کرسکتی ہے، اس لیے اعتکاف شروع کرنے سے پہلے مسجد کی انتظامیہ یا بانی سے مسجد کی شرعی حدود معلوم کرلینی چاہیے کہ کون کون سی جگہیں عینِ مسجد میں داخل ہیں اور کون کون سی جگہیں داخل نہیں۔

اہم گزارش: مساجد کی انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ اعتکاف سے قبل ہی مسجد کی شرعی حدود کی تعیین اور نشاندہی کرلیں تاکہ اس معاملے میں معتکفین کے لیے سہولت رہے۔

ویسے تو مسجد اس پورے احاطے کو کہا جاتا ہے جو مسجد کے لیے وقف ہوتا ہے لیکن اعتکاف کا تعلق صرف عینِ مسجد ہی کے ساتھ ہے۔ عینِ مسجد سے مراد وہ تمام جگہ ہے جس کو مسجد کے بانی نے خاص مسجد قرار دی ہو، جو نماز کے لیے مخصوص ہو، جس میں چپل پہن کر نہ چلا جاتا ہو اور جہاں جُنبی شخص کا داخلہ جائز نہ ہو؛ اعتکاف صرف اسی جگہ جائز ہے۔ مسجد کی

ان حدود کے علاوہ جو جگہ مسجد کے احاطے میں تو ہو لیکن عینِ مسجد میں شامل نہ ہو تو وہاں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، جیسے وضو خانہ، غسل خانہ، مسجد کا گودام، امام اور مؤذن کا کمرہ، جنازہ گاہ وغیرہ؛ یہ جگہیں عموماً عینِ مسجد سے خارج ہوا کرتی ہیں،

البتہ ان میں سے اگر کسی جگہ سے متعلق مسجد کے بانی نے صراحت کی ہو کہ یہ جگہ عینِ مسجد میں شامل ہے تو اس صورت میں وہاں جانے سے اعتکاف پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

معتکف کے لیے چادریں لگانے کا حکم

معتکف اعتکاف کے لیے جس جگہ بیٹھنا چاہے وہاں اپنے اردگرد چادریں لگا سکتا ہے، لیکن اگر کوئی چادر لگائے بغیر ہی اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مسائلِ اعتکاف

معتکف نے اپنے لیے جو جگہ مخصوص کی ہو تو اگر وہ اس سے ہٹ کر مسجد کی شرعی حدود میں کسی اور جگہ آرام کرنا چاہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، فتاویٰ محمودیہ)

سنت اعتکاف کے لیے روزے کی شرط

سنت اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، روزے کے بغیر اعتکاف درست نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اگر اعتکاف کے دوران معتکف نے کسی بھی وجہ سے روزہ نہیں رکھا یا اس کا روزہ کسی بھی وجہ سے ٹوٹ گیا تو اس کا اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا۔ (سنن ابی داود رقم: 2475، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، رد المحتار علی الدر المختار، آپ کے مسائل اور ان کا حل، فتاویٰ عثمانی)

کن چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟

1: معتکف کے لیے ضروری ہے کہ وہ اعتکاف کے ایام میں مسجد کی شرعی حدود ہی میں رہے، کسی شرعی عذر کے بغیر مسجد سے نہ نکلے۔ معتکف اگر کسی عذر کے بغیر مسجد سے نکل

جائے چاہے بھول کر ہو یا جان بوجھ کر تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر اعتکاف بھول کر یا غلطی سے ٹوٹ جائے تو اس کا گناہ نہیں ہوتا۔(سنن ابی داؤد رقم: 2475، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف

2: مسجد سے نکلنا اس وقت کہلائے گا جب دونوں پاؤں مسجد سے اس طرح باہر نکل جائیں کہ اسے عرف میں مسجد سے نکلنا کہا جا سکے۔اس لیے معتکف مسجد میں رہتے ہوئے صرف سر، یا ہاتھ، یا ایک پاؤں، یا بیٹھ کر یا لیٹ کر صرف دونوں پاؤں باہر نکال دے تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔(صحیح البخاری رقم:2028، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، فتاوی محمودیہ)

3: معتکف قضائے حاجت اور پیشاب کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے،لیکن اگر فراغت کے بعد تھوڑی دیر بھی وہاں ٹھہر گیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر وضو کرنا چاہے تو وضو کے لیے ٹھہر سکتا ہے،لیکن فراغت کے بعد فوراً مسجد لوٹ آنا ضروری ہے۔(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار علی الدر المختار، مراقی الفلاح، مسائلِ اعتکاف)

4: معتکف اگر قضائے حاجت کے لیے نکلے اور وہاں جا کر معلوم ہو کہ بیت الخلا مصروف ہے تو وہ وہاں انتظار بھی کر سکتا ہے۔(احسن الفتاویٰ، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف)

5: معتکف کے لیے اگر کسی معقول عذر کی وجہ سے مسجد کے بیت الخلا کا استعمال سخت دشوار ہو تو وہ قضائے حاجت کے لیے گھر بھی جا سکتا ہے۔(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار علی الدر المختار، فتاوی محمودیہ)

6: معتکف کو وضو کی ضرورت ہو اور مسجد کی شرعی حدود میں وضو کرنے کا انتظام بھی ہو تو ایسی صورت میں وضو کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اگر وضو کا انتظام نہ ہو تو وضو کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے،اسی طرح اگر وضو خانے میں رش ہو تو وہاں انتظار بھی کر سکتا ہے،البتہ وضو سے فارغ ہوتے ہی

فوراً مسجد لوٹ آنا ضروری ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ، احسن الفتاویٰ)

7-معتکف کو ہر نماز کے لیے خواہ وہ فرض ہو، واجب ہو، سنت ہو، نفل ہو، قضا نماز ادا کرنی ہو، تلاوت کرنی ہو، یا سجدہ تلاوت ادا کرنا ہو؛ ان سب کے لیے جس وقت بھی چاہے وضو کرنے کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز ہے اگر مسجد میں وضو کا انتظام نہ ہو۔ البتہ اگر معتکف پہلے سے باوضو ہو تو اسے دوبارہ وضو کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا درست نہیں، لیکن اگر عینِ مسجد ہی میں وضو کا انتظام ہو تو باوضو ہوتے ہوئے بھی دوبارہ وضو کرسکتا ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، مسائل اعتکاف، احسن الفتاویٰ)

8: ضرورت ہو تو معتکف مسجد میں ریح یعنی ہوا بھی خارج کرسکتا ہے۔ (احکامِ اعتکاف، اعتکاف کے فضائل واحکام، احسن الفتاویٰ)

9: معتکف کو اگر احتلام ہوجائے تو مناسب یہ ہے کہ فوراً مسجد سے نکل جائے اور غسل کرکے فوراً مسجد لوٹ آئے۔ مسجد سے نکلنے کے لیے کوئی خاص طریقہ نہیں بلکہ جیسے بھی ہو مسجد سے نکلنا درست ہے، لیکن اگر فوراً مسجد سے نکلنے کا یا غسل کرنے کا موقع نہ ہو تو تیمم کرکے مسجد ہی میں رہے، پھر جب موقع ملے تو جاکر غسل کرکے مسجد لوٹ آئے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

10: اعتکاف کی حالت میں کلی کرنے، مسواک یا ٹوتھ پیسٹ کرنے اور سر دھونے کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اگر ان کاموں کے لیے مسجد سے باہر چلا جائے چاہے بھول کر ہو، غلطی سے ہو یا جان بوجھ کر ہو تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اس لیے ان کاموں کی اگر ضرورت پڑ رہی ہو تو مسجد ہی میں ان کے لیے ایسا مناسب انتظام کرلیا جائے کہ ان کے لیے مسجد سے باہر جانا بھی نہ پڑے اور پانی بھی مسجد میں نہ گرے۔ اسی طرح ہاتھ دھونے اور برتن دھونے کے لیے مسجد ہی میں مناسب انتظام کرلینا چاہیے۔ (مسائلِ اعتکاف، اعتکاف کے فضائل واحکام)

11: معتکف جب وضو کے لیے جائے تو وضو کے دوران، مسواک اور ٹوتھ پیسٹ بھی کرسکتا ہے، صابن بھی استعمال کرسکتا ہے، بس کوشش کرے کہ ان اضافی کاموں میں وقت زیادہ خرچ نہ ہو۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، احسن الفتاویٰ)

12: اعتکاف کی حالت میں کنگھی کرنا، ناخن اور بال کاٹنا بھی جائز ہے البتہ اس بات کا خیال رکھے کہ ناخن اور بال مسجد میں نہ گرنے پائیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف)

13: معتکف جب وضو یا قضائے حاجت کی ضرورت کے لیے مسجد سے نکلے تو آتے جاتے چلتے چلتے تو کسی کے ساتھ بات چیت، دعا سلام کرسکتا ہے، لیکن اگر وہ ان کاموں کے لیے تھوڑی دیر بھی ٹھہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (سنن ابی داؤد رقم: 2474، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، امداد الاحکام، فتاویٰ محمودیہ)

14: معتکف کے بدن یا جسم پر اگر کوئی نجاست لگ جائے اور مسجد میں اس کو دھونے کا کوئی انتظام نہ ہو یا مسجد میں اس کو دھونا مشکل ہو تو اس ناپاکی کو دور کرنے کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے۔ (مسائل اعتکاف، اعتکاف کے فضائل واحکام)

15: معتکف کو پیشاب کے قطرے کا مرض ہو جس کی وجہ سے اس کو استنجا کی ضرورت پیش آرہی ہو تو وہ استنجا کے لیے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ (مسائلِ اعتکاف، اعتکاف کے فضائل واحکام)

16: اگر کوئی اس قدر بیمار ہوا کہ اس کو روزہ توڑنے کی نوبت پیش آئی تو روزہ توڑنے سے اس کا اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار علی الدر المختار)

17: اعتکاف کی حالت میں مسجد میں کھانا پینا جائز ہے، البتہ اس کے لیے مناسب انتظام ہونا چاہیے تاکہ مسجد کی صفائی بھی متاثر نہ ہو اور دوسروں کو تکلیف بھی نہ ہو۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائل اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

18: معتکف کو کھانے پینے کی حاجت ہو اور کوئی لانے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ خود جا کر بھی لا سکتا ہے۔ (اعتکاف کے فضائل و احکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ)

19: اعتکاف کی حالت میں صرف غسلِ جنابت کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے، اس کے علاوہ جو غسل صفائی یا ٹھنڈک کے لیے ہو یا جمعہ کا مسنون غسل ہو تو اس کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں کیوں کہ اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ (اعتکاف کے فضائل و احکام، احکامِ اعتکاف، امداد الاحکام، فتاویٰ عثمانی)

20: اگر کوئی شخص صفائی یا ٹھنڈک کے لیے غسل کرنا چاہے تو اس کے لیے مسجد ہی میں ایسا انتظام کر لے کہ پانی مسجد کے فرش پر نہ گرے، جیسے کسی ایسے ٹب یا بڑے برتن کا انتظام کر لیا جائے جس میں مناسب پردے کے ساتھ غسل کیا جا سکتا ہو۔ (اعتکاف کے فضائل و احکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں کسی مناسب جگہ عارضی غسل خانہ بنایا جائے، جو صرف غسل کے لیے ہو اور اس کا پانی مسجد کے فرش پر نہ گرے۔ عارضی غسل خانہ بنانے کے لیے مستند اہلِ علم کی زیرِ نگرانی مناسب کوشش کرنی چاہیے۔

اگر مسجد میں ایسا کوئی انتظام نہ ہو سکتا ہو اور معتکف کو گرمی یا کسی اور وجہ سے نہانے کی شدید حاجت ہو رہی ہو تو ایسی شدید مجبوری میں بعض اہلِ علم نے اتنی اجازت دی ہے کہ جب قضائے حاجت کے لیے جائے تو ساتھ میں جلدی سے غسل بھی کرتا آئے، اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، البتہ کوشش یہ ہو کہ اس اجازت پر شدید مجبوری ہی میں عمل کیا جائے۔ (اعتکاف کے فضائل و احکام، آپ کے مسائل اور ان کا حل، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ دار العلوم زکریا)

21: بہتر یہ ہے کہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرے جہاں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہو، لیکن اگر

کوئی شخص ایسی مسجد میں اعتکاف کے لیے بیٹھے جہاں جمعہ نہ ہوتا ہوتو وہ جمعہ کی نماز کے لیے دوسری مسجد جاسکتا ہے۔ جمعہ کے لیے جاتے ہوئے بہتر یہ ہے کہ وہ ایسے وقت میں مسجد سے نکلے جب اس کو اندازہ ہو کہ جامع مسجد پہنچ کر چار رکعات سنت ادا کرکے اس کے بعد خطبہ شروع ہوسکے۔ جمعہ کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد چاہے تو سنتیں بھی وہاں ادا کرسکتا ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

22: کوئی شخص جمعہ کے لیے کسی جامع مسجد گیا اور پھر واپس نہ آیا بلکہ وہیں اعتکاف کے لیے ٹھہر گیا تو اعتکاف تو صحیح ہوجائے گا لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

23: اگر کوئی مؤذن اعتکاف کے لیے بیٹھا ہو اور اذان کی جگہ مسجد کی شرعی حدود سے باہر ہو تو اذان دینے کے لیے مسجد کی شرعی حدود سے باہر نکلنا جائز ہے، مگر اذان کے بعد فورًا مسجد لوٹ آئے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص باقاعدہ مؤذن تو نہیں لیکن کسی وقت اذان دینے کے لیے اسے مسجد کی شرعی حدود سے باہر نکلنا پڑے تو اذان کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

اعتکاف سے متعلق چند اہم باتیں

1: معتکف مسجد میں دنیوی باتیں کرسکتا ہے البتہ مسجد کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے فضول گپ شپ سے اجتناب کرے۔ اسی طرح گپ شپ کی محفلیں لگانا بھی اعتکاف کی روح اور مسجد کے تقدس کے خلاف ہے۔

2: معتکف مناسب طریقے سے موبائل فون استعمال کرسکتا ہے البتہ یہ چیزیں ضرورت کی

حد تک رکھے، موبائل کا بے جا استعمال مسجد کے احترام اور اعتکاف کی روح کے خلاف ہے۔

3: معتکف کو چاہیے کہ اپنے اوقات زیادہ سے زیادہ قیمتی بناتے ہوئے تلاوت، ذکر، نفلی عبادات اور دعاؤں کا خصوصی اہتمام کرے، مستند دینی کتب کا مطالعہ کرے، دین کی ضروری باتیں سیکھنے کی بھرپور کوشش کرے، اگر کسی کے ذمے قضا نمازیں یا سجدہ تلاوت ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر کرے؛ غرض اعتکاف کے ایام میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے اعمال خوب سے خوب سر انجام دے تاکہ اعتکاف کا مقصد پورا ہوسکے۔

خواتین کے اعتکاف کے احکام

1: اعتکاف جس طرح مردوں کے لیے سنت ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی سنت ہے۔اس لیے عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ اعتکاف کی فضیلت سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں۔ (اعتکاف کے فضائل و احکام، احکامِ اعتکاف، رد المحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

2: حیض و نفاس کی حالت میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا جائز نہیں، اس لیے اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے خواتین اس بات کا اطمینان کرلیں کہ کہیں ان کی ماہواری کی تاریخیں اعتکاف کے دوران تو آنے والی نہیں۔ اگر ماہواری کی تاریخیں اعتکاف کے دوران ہی آرہی ہیں تو ایسی صورت میں اعتکاف کے لیے نہ بیٹھیں۔ (اعتکاف کے فضائل و احکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، رد المحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

3: اعتکاف کے دوران کسی خاتون کو حیض یا نفاس آجائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اس کو چاہیے کہ اعتکاف ختم کرلے، اور بعد میں اس اعتکاف کی قضا کرلے۔ (اعتکاف کے فضائل و احکام، احکامِ اعتکاف، مسائل اعتکاف)

4: شادی شدہ خواتین اعتکاف میں بیٹھنا چاہیں تو اپنے شوہروں کی اجازت کے بعد ہی اعتکاف کے لیے بیٹھ سکتی ہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

5: نابالغ لڑکی اگر سمجھ دار ہو تو وہ بھی اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

6: جس طرح مردوں کا اعتکاف مسجد ہی میں جائز ہے اسی طرح عورت کا اعتکاف گھر کی مسجد ہی میں درست ہے۔ گھر کی مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جس کو نماز کے لیے مخصوص کیا گیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا اعتکاف گھر کے صرف اسی حصے میں جائز ہے جو اس کی نماز کے لیے مخصوص ہو۔ اگر عورت نے اپنی نماز کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں کی ہو کہ جہاں وہ عمومًا نماز ادا کرتی ہو بلکہ کبھی کہاں پڑھ لی تو کبھی کہاں، تو ایسی صورت میں اگر وہ کسی جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے تو اس کا اعتکاف درست نہیں، بلکہ ایسی صورت میں وہ پہلے اپنی نماز کے لیے جگہ خاص کرے کہ نماز اسی جگہ ادا کرے گی تو پھر وہ اس جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھ سکتی ہے۔ اہلِ علم فرماتے ہیں کہ گھر میں کوئی ایسی جگہ مقرر کرلینا مستحب ہے جہاں خواتین اور گھر کے دیگر افراد نماز اور دیگر عبادات ادا کرلیا کریں۔ جو خواتین اعتکاف میں بیٹھنے کی خواہش مند ہوں تو وہ پہلے اپنی نماز کے لیے ایسی جگہ مقرر کرلے جہاں وہ بسہولت اعتکاف کر سکے، پھر اس کے بعد وہ اسی جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے۔ اگر عورت نے اپنی نماز کے لیے کوئی جگہ تو مخصوص کر رکھی ہے لیکن اس جگہ اعتکاف کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں پہلے وہ اپنی نماز کے لیے کوئی ایسی جگہ منتخب کرلے جہاں وہ

سہولت کے ساتھ اعتکاف کر سکے، پھر اس کے بعد وہ اسی جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے، بھلے وہ اعتکاف کے بعد کسی وجہ سے اس جگہ پابندی کے ساتھ نماز ادا نہ کر سکے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

7: گھر میں جس جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کیا گیا ہو تو وہ پوری اعتکاف کی جگہ کہلائے گی، البتہ عورت اپنے اعتکاف کے لیے اتنی جگہ گھیر سکتی ہے جہاں وہ سہولت کے ساتھ نماز بھی ادا کر سکے اور آرام بھی کر سکے۔

8: عورت اپنے اعتکاف کی جگہ کے اردگرد پردے لگا سکتی ہے، لیکن اگر بغیر پردوں کے اعتکاف میں بیٹھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے، البتہ اس بات کا خصوصی دھیان رہے کہ جتنی جگہ اعتکاف کے لیے گھیری ہو وہاں کوئی نشانی لگا دے تاکہ غلطی سے کہیں اس سے باہر نہ چلی جائے، ورنہ تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف)

9: 20 رمضان کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے عورت اعتکاف کی نیت سے اپنے اعتکاف کی جگہ آجائے تاکہ جب سورج غروب ہونے لگے تو یہ اعتکاف کی حالت میں ہو، اور جب عید کا چاند نظر آجائے تو یہ سنت اعتکاف ختم ہوجاتا ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

10: عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ پورے عشرے میں اپنے اعتکاف کی جگہ ہی میں رہے، اگر اس جگہ سے کسی شرعی عذر کے بغیر نکل گئی چاہے بھول کر ہو یا جان بوجھ کر تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

11: عورت اپنے اعتکاف کی جگہ سے صرف انہی ضروریات کے لیے نکل سکتی ہے جن کے لیے نکلنا مردوں کے لیے جائز ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

12: مرد چونکہ مسجد میں اعتکاف کرتے ہیں اس لیے ان کے لیے کئی چیزیں اس لیے ممنوع ہوتی ہیں کہ وہ مسجد کے احترام کے خلاف ہوتی ہیں، لیکن عورت جہاں اعتکاف کرتی ہے وہ گھر کی مسجد تو کہلاتی ہے لیکن اس پر حقیقی مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے، یہی وجہ ہے کہ عورت اعتکاف کی جگہ دنیوی بات چیت بھی کرسکتی ہے، گھر کے کام کاج بھی کرسکتی ہے، سینے پرونے کے کام بھی کرسکتی ہے، گھر کے افراد کو مشورہ بھی دے سکتی ہے؛ غرض اعتکاف کی جگہ بیٹھے بیٹھے ایسے دنیوی کام کرسکتی ہے اور ان کی وجہ سے اعتکاف پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا، لیکن کوشش کرے کہ اعتکاف کے دوران اپنے اوقات زیادہ سے زیادہ عبادات میں خرچ کرے، اور کوئی ضرورت نہ ہو تو ان دنیوی کاموں سے جتنا ہوسکے دور رہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مسائلِ اعتکاف)

13: جو خواتین سنت اعتکاف کے لیے نہیں بیٹھ سکتیں تو انہیں چاہیے کہ وہ گھر کی مسجد میں نفل اعتکاف کے لیے بیٹھ جایا کریں، اس کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ خواتین کے لیے نفل اعتکاف کے احکام وہی ہے جو کتاب کے شروع میں نفلی اعتکاف کی بحث میں بیان ہوچکے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، فتاویٰ محمودیہ)

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے؟

جن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

1: کوئی آدمی ایسا بیمار ہوجائے کہ اس کے لیے اعتکاف برقرار رکھنا مشکل ہوجائے یا اس کو علاج کے لیے مسجد سے نکلنا پڑجائے۔

2: کسی شخص کے والدین یا بیوی بچے اس قدر بیمار پڑجائیں کہ ان کے لیے مسجد سے نکلنے کی ضرورت پیش آجائے۔

3: جنازہ تیار ہواور کوئی دوسرا نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ہو۔

ان جیسی صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے، البتہ اس کی قضا لازم ہے لیکن اس کی وجہ سے وہ گناہ گار نہیں ہوگا۔ (احکامِ اعتکاف)

اعتکاف کی قضا کا طریقہ

1: سنت اعتکاف جب ٹوٹ جائے تو اس کی قضا لازم ہوتی ہے۔ (احکامِ اعتکاف، فتاویٰ عثمانی)

2: قضا اعتکاف کے لیے روزہ بھی ضروری ہے، اس لیے اگر رمضان ہی میں قضا کرنا ہے تو اس صورت میں تو روزہ ہوتا ہی ہے، اور اگر رمضان کے علاوہ دیگر دنوں میں اعتکاف کی قضا کرنی ہے تو اس کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ (احکامِ اعتکاف، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ محمودیہ)

3: رمضان کا سنت اعتکاف جب بھی ٹوٹ جائے تو صرف ایک دن کی قضا لازم ہوتی ہے۔ (احکامِ اعتکاف، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ محمودیہ)

4: اگر اعتکاف صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے کے درمیان کسی وقت ٹوٹا ہو تو اس صورت میں صرف دن کی قضا لازم ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ صبح صادق کا وقت داخل ہونے سے پہلے قضا اعتکاف کی نیت سے مسجد آجائے ، پھر جب سورج غروب ہوجائے تو یہ قضا اعتکاف پورا ہوجاتا ہے۔ اور اگر سورج غروب ہونے سے لے کر صبح صادق تک کسی وقت ٹوٹا ہے تو اس کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے قضا اعتکاف کی نیت سے مسجد آجائے، اور اگلے دن جب سورج غروب ہوجائے تو اس اعتکاف کا وقت ختم ہوجائے گا۔ (احکامِ اعتکاف)

5: وہ حضرات جن کا اعتکاف ٹوٹ جائے اور رمضان کے ایام ابھی باقی ہوں تو وہ گھر جاسکتے ہیں، لیکن اگر وہ گھر نہ جانا چاہیں بلکہ اعتکاف کی نیت سے مسجد ہی میں رہنا چاہیں تو ان کا یہ اعتکاف نفلی کہلائے گا، ان کے ذمّے سنت اعتکاف کی پابندیاں لاگو نہیں ہوں گی، البتہ انہیں چاہیے کہ وہ اسی رمضان میں اس اعتکاف کی قضا کرلیں، لیکن اگر وہ فی الحال قضا نہ کرنا چاہے تو بعد میں قضا کرلے، جس کا طریقہ اوپر بیان ہو چکا۔

لیلۃ القدر......فضائل ومسائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ماتقدم من ذنبہ۔**

(صحیح بخاری ج1 ص270 باب فضل لیلۃ القدر)

جس شخص نے ایمان کی حالت میں خلوص نیت سے لیلۃ القدر میں عبادت کی تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔

لیکن اس فضیلت کے حصول کے لیے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے 2 شرطیں ذکر کی ہیں:

1: عبادت کرنے والا مومن ہو یعنی عقیدہ صحیح ہو، اگر عقیدہ ہی غلط ہو تو ایک لیلۃ القدر نہیں ہزار لیلۃ القدر بھی عبادت کرتا رہے تو وہ محروم ہی رہے گا۔ کیونکہ عقیدہ اصل اور بنیاد ہے۔ اگر بنیاد ہی درست نہ ہو تو عبادت والی عمارت کیسے کھڑی ہوگی یعنی عقائد اسلام کی بنیاد ہیں اگر ایک عقیدہ بھی غلط ہوگیا تو گمراہی مقدر بنے گی۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اس رات کی برکت حاصل کرنے کے لیے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کو اپنائیں اور لوگوں میں بھی ان عقائد کی محنت کریں۔

2: عبادت کرنے والے کی نیت درست ہو، اگر نیت میں ریا، دکھلاوا آ گیا تو رات بھر جاگنا اور عبادت کرنا کسی کام کا نہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں اور اس طرح کی احادیث میں جو عبادت پر گناہوں کی معافی کا تذکرہ ہے اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں باقی کبیرہ گناہ کی معافی کے لیے توبہ اور حقوق العباد والے گناہوں کی معافی کے لیے ان حقوق کی ادائیگی یا پھر صاحب حق سے معافی ضروری ہے صرف عبادت سے وہ کبھی معاف نہ ہوں گے۔

لیلۃ القدر کون سی رات ہے؟

عن عائشة رضی الله عنها ان رسول الله صلى الله علیه وسلم قال تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان۔ (صحیح بخاری ج1 ص270)

ترجمہ: لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ یعنی، 21، 23، 25، 27، 29 کی راتوں میں تلاش کرو۔ اسی طرح کی ایک حدیث مسند احمد (ج16 ص399 رقم 22612)

میں بھی ہے جس میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے متعلق سوال کیا کہ وہ کون سی رات ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

لیلۃ القدر کی مخصوص دعا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے یوں دعا مانگنا: **اللھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی۔** (سنن ابن ماجہ ص274 باب الدعاء بالعفو والعافیۃ)

ترجمہ: اے پروردگار آپ بہت معاف فرمانے والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند بھی فرماتے ہیں مولائے کریم مجھے معاف فرمادیں۔

لیلۃ القدر میں فضول کاموں سے بچیں:

اتنی بابرکت رات میں بھی امت کے بہت سارے افراد اعتدال کا دامن چھوڑ کر افراط وتفریط کر کے عتاب کے مستحق بنتے ہیں: مساجد پر چراغاں کرنا، اہتمام کے ساتھ اعلانات کر کے مساجد میں باجماعت صلوٰۃ التسبیح ادا کرنا۔ دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس رات اپنی عبادت کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اس کو ذریعہ بخشش بنائے۔

بعض لوگ دینی معاملات میں مرد وعورت کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے حالانکہ مرد وعورت کے طریقہ عبادت میں فرق کا ہونا عقل ونقل دونوں کا تقاضا ہے۔

عبادات دو طرح کی ہیں: 1: بدنیہ، 2: مالیہ

مرد وعورت کے چونکہ مال میں فرق نہیں یعنی نصاب زکوۃ، شرائط زکوۃ وغیرہ میں، اس لیے عبادات مالیہ میں بھی فرق نہیں ہے۔ اس کے برخلاف جب مرد وعورت کے جسم کی ساخت میں فرق ہے تو لامحالہ ان کی عبادات بدنیہ میں فرق ہوگا۔

چند مثالیں:

1: مرد رمضان کے پورے روزے رکھتا ہے جب کہ عورت مخصوص ایام میں روزے نہیں رکھتی۔

2: وجوب حج کا نصاب تو ایک ہے لیکن مرد اکیلا جا سکتا ہے جب کہ عورت کے لیے محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔

3:احرام کے کپڑوں میں فرق ہے۔
4:مرد تلبیہ اونچی آواز سے کہتا ہے جب کہ عورت آہستہ آواز سے کہتی ہے۔
5:طواف کے دوران مرد رمل یعنی اکڑ کر چلتا ہے جب کہ عورت میانہ رفتار سے چلتی ہے۔
6:مرد احرام کی چادر بازو کے نیچے سے نکالتا ہے جب کہ عورت کے لیے اس طرح کرنا جائز نہیں۔
7:دوران سعی مرد کو دوڑنا چاہیے جب کہ عورت کو نہیں دوڑنا چاہیے۔
8:مرد کے لیے حلق [سر منڈانا] افضل ہے جب کہ عورت کے لیے حلق جائز نہیں ہے۔
9:مرد وعورت کی شرعی حدود میں فرق ہے۔
10:مرد عورت کے کفن ودفن میں فرق ہے۔

یہ فروق بدن کی ساخت اور پردے کی وجہ سے ہیں۔اعتکاف بھی چونکہ بدنی عبادت ہے اس لیے اس میں بھی فرق ہونا چاہیے اور یہ فرق قرآن وحدیث اور عمل متوارث سے ثابت ہے۔اس لیے فقہاء نے قرآن وسنت کی روشنی میں مسئلہ لکھا ہے کہ مرد کے لیے اپنے محلے کی مسجد میں اعتکاف کرنا اور عورت کے لیے اپنے گھر کی مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنا افضل ہے۔(الہدایہ:ج1ص209)

قرآن کریم:اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:**وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ**.(سورۃ البقرہ:187)

ترجمہ:اور تم مسجدوں میں اعتکاف کیا کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابوبکر الجصاص م370ھ فرماتے ہیں:

وأما شرط اللبث في المسجد فإنه للرجال خاصة دون النساء۔(احکام القرآن للجصاص:ج1ص333)

ترجمہ:مسجد میں ٹھہرنے کی شرط (اعتکاف کے لیے) صرف مردوں کے لیے نہ کہ عورتوں کے لیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کروں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی (کہ وہ بھی اعتکاف کریں گی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے بھی اجازت دلا دو، انہوں نے اجازت دلا دی۔ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (خدام کو خیمہ لگانے کا) حکم دے دیا۔ چنانچہ ان کا بھی خیمہ لگا دیا گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر اپنے خیمے کی طرف تشریف لے گئے تو بہت سارے خیموں کو دیکھ کر فرمانے لگے: یہ خیمے کیسے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن نے لگائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا انہوں نے اس سے نیکی کا ارادہ کیا ہے؟" **فامر بخبائه فقوض** "پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیمے اکھاڑنے کا حکم دیا (صحیح البخاری: ج 1 ص 274 باب من أراد أن یعتکف ثم بدا لہ أن یخرج)

یہی روایت صحیح مسلم میں بھی موجود ہے۔

قارئین کرام! اس حدیث مبارک سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہیے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے خیمے لگ جانے کے بعد اکھاڑنے کا حکم نہ دیتے۔ اور امی عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو جو اجازت ملی وہ ان کے ساتھ خاص ہے۔ (حاشیہ ابن عابدین جلد 2 صفحہ 440)

صدقہ فطر:

صدقہ فطر ہر رمضان مکمل کرنے والے آزاد و غلام مسلمان مرد و عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، روزہ رکھنے والا ہو یا نہ ہو سب پر یکساں فرض اور واجب ہے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان کا فطرہ زکوۃ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو آزاد غلام، مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ (متفق علیہ)

ایک صاع کی مقدار موجودہ پیمانہ سے تقریباً ڈھائی کلوگرام بنتا ہے جو عید کی رات سورج ڈوبنے کے وقت واجب ہوتا ہے، جس کا عید سے ایک دن یا دو دن پہلے نکالنا جائز ہے البتہ افضل یہ ہے کہ عید کے دن صلاۃ عید سے پہلے نکالا جائے اور اگر کسی نے عید کے بعد نکالا تو اس کا فطرہ ادا نہ ہوگا بلکہ عام صدقہ ہو جائے گا۔ اور صدقہ فطر صرف فقراء اور مساکین کو دیا جائے گا۔ ان کے علاوہ کسی اور کو دینا صحیح نہیں ہے اور جہاں صدقہ فطر نکالنے والا ہے وہاں اگر فقراء اور مساکین پائے جاتے ہیں تو انھیں کو دیا جائے گا، دوسرے شہر یا ملک میں بھیجنا درست نہیں ہے۔

صلوۃ التسبیح

صلوۃ التسبیح بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ ہر رکعت میں (75) بار یہ تسبیح سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنی چاہئے۔ طریقہ اس حدیث میں منقول ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رضی اللہ عنہما یَاعَبَّاسُ! یَاعَمَّاہُ! اَلَا اُعْطِیْكَ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اَحْبُوْكَ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰہُ لَكَ ذَنْبَكَ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ قَدِیْمَہٗ وَ حَدِیْثَہٗ خَطَأَہٗ وَعَمَدَہٗ صَغِیْرَہٗ وَ کَبِیْرَہٗ سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ عَشْرَ خِصَالٍ اَنْ تُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ تَقْرَءُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ وَسُوْرَۃً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَائَۃِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ خَمْسَ عَشَرَۃَ مَرَّۃً ثُمَّ تَرْکَعُ فَتَقُوْلُھَاوَاَنْتَ رَاکِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ الرُّکُوْعِ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا ثُمَّ تَھْوِیْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُھَاوَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُھَاعَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاسَكَ فَتَقُوْلُھَاعَشْرًا فَذَالِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِیْ اَرْبَعِ رَکْعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّیَھَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مَرَّۃً فَافْعَلْ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ مَرَّۃً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ شَھْرٍ مَرَّۃً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ کُلِّ سَنَۃٍ مَرَّۃً فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِیْ عُمُرِكَ مَرَّۃً۔ (سنن ابی داؤد ج 1 ص 190 باب صلوۃ التسبیح)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا۔ اے چچا! کیا میں آپ کو ایک ہدیہ ،تحفہ اور ایک خبر نہ دوں؟ کیا میں آپ کو دس باتیں نہ بتاؤں کہ جب آپ انہیں کرلیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے نئے پرانے بھول کر کئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے ، چھوٹے بڑے،

چھپ کر کئے یا ظاہر سب گناہ معاف فرما دیں۔ وہ دس خصلتیں (باتیں) یہ ہیں کہ آپ چار رکعت پڑھیں۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھیں۔ جب پہلی رکعت میں قرات سے فارغ ہوں تو قیام ہی کی حالت میں یہ کلمات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ بار پڑھیں، جب رکوع کریں تو حالت رکوع میں دس بار پڑھیں، پھر رکوع سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ کے لئے جھک جائیں تو سجدہ میں دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں۔ پھر سجدہ کریں تو دس مرتبہ کہیں، پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دس مرتبہ کہیں (پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں) ہر رکعت میں یہ کل پچھتر بار ہو گئے۔ آپ چار رکعت میں ایسا ہی کریں۔ اگر ہر دن پڑھنے کی طاقت ہو تو ہر دن پڑھیں، اگر ایسا نہ کر سکیں تو ہر جمعہ کو ایک بار پڑھیں، ہر جمعہ کی طاقت نہ ہو تو ہر مہینہ میں ایک بار پڑھیں، اگر ہر مہینہ میں نہ پڑھ سکیں تو سال میں ایک بار پڑھیں اور اگر سال میں بھی نہ پڑھ سکیں تو عمر بھر میں ایک بار ضرور پڑھیں۔

عید کی نماز کا اہتمام

مسلمانوں کے لیے دو عیدوں کے علاوہ کوئی عید نہیں ہے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ اور یہ اسلام کے مظاہر وشعائر میں سے ایک مظہر ہے جس کے اندر شریعت کی حدود میں رہ کر خوشیاں منانا جائز ہے۔ عید کے دن بکثرت تکبیر کہنا چاہئے اور تکبیر کے الفاظ یہ ہیں:

"اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ۔ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد"

عید کی نماز صرف دو رکعت ہے۔ عید کے دن حسب استطاعت اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، عید گاہ طاق کھجور کھا کر جانا، نماز عید کے بعد خطبہ عید سننا، تقبل اللہ منا ومنک کہہ کر مبارک باد دینا، صدقہ وخیرات کرنا محبوب ومسنون عمل ہے۔

شوال کے چھ دن کے روزے کا اہتمام:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

"جس شخص نے رمضان کا روزہ رکھا پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھا۔" (مسلم)

یہ روزے آدمی لگاتار بھی رکھ سکتا ہے اور ناغہ کر کے بھی۔ پورے ماہ شوال میں جب چاہے رکھنا صحیح ہے البتہ اگر کسی کا فرض روزہ چھوٹا ہوا ہے تو پہلے اسے قضا کرے پھر اگر وقت اور طاقت ہو تب شوال کا روزہ رکھے۔ یہ روزہ سنت ہے، فرض اور واجب نہیں ہے۔ پھر بھی اس کے اندر بہت بڑا اجر وثواب ہے۔

معمولات اکابرین

حضرت فدائے ملت کے معمولاتِ ماہِ رمضان

ویسے تو ہمارے تمام اکابر ماہِ رمضان کا خوب اہتمام کرتے اور اتباع سنت میں پوری کوشش فرماتے کہ ماہِ رمضان کی راتوں کو زندہ کیا جائے ۔حضرت اقدس شیخ الاسلام کا ماہِ رمضان دُنیوی مصروفیات سے بالکل الگ تھلگ مکمل انہماک واستغراق ،ذکر، تلاوت، نوافل اور قدرے جسمانی آرام پر مشتمل ہوتا تھا۔جانشین شیخ الاسلام کے ماہِ رمضان کے معمولات درج ذیل حدیث مبارکہ کا عکس کامل تھے۔جس شخص نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا اور رمضان کی راتوں کو زندہ کیا اُس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

آپ کے معمولات کا آغاز ۲۹ شعبان بعد نمازِ عصر شروع ہو جاتا تھا۔تراویح میں مقرر حافظ اور سامع کے پارہ کو دَور کی شکل میں سننا مغرب تک معمول رہتا۔اگر چاند نظر آجائے تو معمولات کا تسلسل رہتا تھا ورنہ ۳۰ شعبان سے بعد نمازِ عصر ہی تلاوت دوبارہ سنی جاتی اور نمازِ عشاء تاخیر سے ادا کیے جانے کا اعلان کر دیا جاتا تھا۔نمازِ مغرب وعشاء میں وقفہ تقریباً دو گھنٹے کا ہوتا تھا اِس وقفے کے دوران شام کا کھانا اور کچھ آرام بھی شامل ہوتا تھا۔نمازِ عشاء کی ادائیگی کے متصل بعد تراویح کا آغاز ہو جاتا تھا۔دورانِ تراویح ہر چار رکعات کے بعد جتنی دیر میں یہ چار رکعت ادا ہوتیں اُتنا ہی اِس میں وقفہ ہوتا تھا۔وقفہ میں سہولت کے ساتھ ہر شخص تلاوت،اَذکار وآرام کے لیے آزاد تھا۔۲۰ تراویح تین گھنٹہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچتی۔

نوٹ : تراویح کے بعد ہی نہایت الحاح وزاری سے اجتماعی دُعا ہوتی تھی۔وتر کی ادائیگی کے بعد انفرادی دُعا ہوتی تھی۔وتر کی ادائیگی کے بعد حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ

اپنی مختصر دُعا کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔تمام ذاکرین وسالکین وشرکاء حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے۔

اُس وقت آپ کی موجودگی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی معروف تصنیف"اکابر کارمضان"کا کچھ حصہ پڑھا جاتا تھا جس کو عام طور پر آپ کے نہایت بااعتماد رفیقِ خاص حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ حضرت مولانا سید محمود صاحب پڑھتے تھے۔اس تعلیم میں تقریباً بیس منٹ صرف ہوتے تھے۔اِس کے بعد حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ ذاکرین سے فرماتے کہ سب اپنے اپنے اذکار میں مصروف ہوجائیں۔تمام سالکین آپ کی نگرانی میں ذکر شروع کردیتے تھے اِس دوران روشنی مکمل طور پر بند کردی جاتی تھی۔یہ مجلس ذکر تقریباً ڈیرھ گھنٹہ جاری رہتی۔اس مجلسِ ذکر سے کچھ دیر بعد آپ حلقۂ ذکر سے اُٹھ جاتے۔باہر سے آنے والے وفود جنہوں نے حضرت امیرالہند سے پہلے سے وقت لیا ہوتا تھا وہ حاضر ہوکر اپنے مسائل پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔یہ وقت ملاقات کم وبیش ایک گھنٹہ ہوتا تھا، اُدھر مجلس ذکر کے اختتام کے بعد ایک گھنٹہ کے لیے وقفہ ہوتا جس میں ذاکرین تازہ طہارت سے فراغت کے بعد چائے وغیرہ نوش کرتے تھے۔اِس کے بعد نمازِ تہجد میں مقررہ حافظ باری باری اپنے سامع کے ساتھ تہجد باجماعت شروع کردیتے ۔شرکاء اپنی مرضی واختیار کے ساتھ اِس جماعت میں شامل ہوتے تھے۔

نوٹ: یہ بات ملحوظ رہے کہ نمازِتہجد کی جماعت میں شمولیت کے لیے کسی کو بھی دعوت نہیں دی جاتی حتیٰ کہ آرام میں مصروف حضرات کو بھی بیدار نہیں کیا جاتا تھا۔

یہ تہجد کا معمول بھی تقریباً تین گھنٹے جاری رہتا تھا جس میں عام طور پر چار سے پانچ پارے

تلاوت ہوتے تھے۔نماز تہجد کے اختتام پر تقریباً آٹھ دس منٹ تک دُعا ہوتی تھی جس میں گریہ وزاری کا دِلدوز منظر ہوتا تھا۔اس کے فوری بعد سحری کے لیے دسترخوان لگا دیئے جاتے اوراعلان ہوجاتا تھا کہ تمام شرکاء سحری تناول کرلیں۔سحری کے کھانے میں خوب فیاضی کا منظر ہوتا تھا جس میں عام طور پر قورمہ، سبزی کا سالن اور چاول، دہی دسترخوان کی زینت ہوتے تھے۔ اِس موقع پر بھی حضرتِ اقدس امیر الهند رحمۃ اللہ علیہ بنفس نفیس تشریف فرما ہوتے تھے۔آپ سحر کے تناول کے لیے اُس وقت تک تشریف فرمانہیں ہوتے جب تک کہ تمام شرکاء کے سامنے کھانانہیں پہنچ جاتا۔یہ کھانا پورا کا پورا خانقاہِ مدنیہ یعنی حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ہی ہوتا تھا۔تمام شرکاءکوآپ ذاتی مہمان سمجھتے تھے۔

نوٹ: شرکاء کی تعداد اول عشرہ میں چار سو سے پانچ سو تک ہوتی تھی۔ اِس میں اضافہ ہوتا رہتا حتی کہ دوسرے عشرہ کے نصف میں ایک ہزار سے متجاوز ہوجاتی اور یہ تعداد اختتام رمضان تک برقرار رہتی تھی۔ بالفاظ دیگر کہ جو یہاں آیا وہ اختتام رمضان تک واپس نہ گیا۔

سحری سے فراغت کے بعد فوری فجر کی اذان کا وقت ہوجاتا۔نمازِفجر اول وقت یعنی اذان فجر کے پندرہ منٹ بعد ادا کی جاتی۔نمازِ فجر کے بعد تمام ذاکرین وسالکین آزاد ہوتے تھے یعنی تلاوت، ذکراور مراقبہ میں اشراق تک مشغول رہتے اور ادائیگی اشراق کے بعد آرام کرتے تھے۔

نمازِ ظہر سے کچھ دیر قبل عام طور پر تمام ذاکرین سالکین آرام سے فراغت حاصل کرلیتے تھےاور نماز ظہر کی تیاری کرتے، مسجد میں پہنچ کر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوجاتے۔

نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد دو حلقے ہوتے تھے، ایک حلقہ حضرتِ اقدس امیر الهند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوتا تھا جس کے شرکاء اپنے اذکار کے اسباق اور کیفیات تحریری طور پر پیش

کرتے اور حضرت اقدس اسی ترغیب سے فرداً فرداً علیحدگی میں اُن کے جوابات ارشاد فرماتے تھے۔

دوسرا حلقہ حضرت مولانا سید محمود صاحب کے ہاں ہوتا، اِس حلقہ میں حضرت مولانا محترم "امداد السلوک" مصنفہ فقیہِ اُمت، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو تعلیماً سناتے تھے۔ یہ سلسلہ تقریباً گھنٹہ بھر جاری رہتا تھا، اس کے بعد شرکاء انفرادی طور پر تلاوتِ کلام پاک میں مشغول ہوجاتے جبکہ حفاظ کرام اپنی منزل کے دَور میں منہمک ہوجاتے۔

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ عام طور پر اُس وقت تلاوتِ کلام پاک میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہوجاتا۔ ادائیگی نماز کے بعد فوراً آپ نماز تراویح کے لیے متعین حفاظ کرام کا دَور سماعت فرماتے تھے۔ اِس تلاوت کی سماعت کے لیے اکثر شرکاء اپنی خواہش پر موجود ہوتے۔ یہ دَور وقتِ افطار سے پانچ منٹ قبل ختم ہوجاتا تھا۔

مسجد میں خدام افطار کے لیے دستر خوان بچھا چکے ہوتے تھے۔ حاضرین کو بذریعہ اعلان دستر خوان پر افطار کے لیے پہنچنے کے لیے بلایا جاتا تھا۔ اِس موقع پر بھی فیاضی کا منظر ہوتا تھا۔ کھجور کے ساتھ ساتھ جہاں دستر خوان پر فروٹ چاٹ ہوتی وہاں بھنے ہوئے چنے یا مٹر اور سموسے بھی ہوتے تھے۔ اِس افطار کی سب سے اہم خصوصیت یہ تھی کہ ہر روزہ دار کو مدینہ منورہ کی کھجور اور ایک بڑا ڈبہ آبِ زم زم کا ملتا۔

نوٹ: اِس افطاری میں آٹھ دس منٹ صَرف ہوتے تھے، اس کے بعد نماز مغرب کی ادائیگی کا عمل شروع ہوجاتا تھا۔ نمازِ مغرب کی سنن ونوافل کے بعد فوراً کھانے کے لیے دستر خوان لگادیا جاتا تھا۔ اِس موقع پر بھی فیاضی کا وہی منظر ہوتا جو کہ سحری کے وقت ہوتا تھا۔ البتہ اس

کھانے میں سادہ چاولوں کی بجائے بریانی یا گوشت پلاؤ کا بطورِ خاص اہتمام ہوتا تھا۔
نوٹ: یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ سحری اور افطاری کے وقت کمزوروں اور بیماروں کے لیے ہر ایک کی طبیعت کے مطابق کھانا فراہم کیا جاتا تھا۔ یہ پرہیزی کھانے حضرتِ اقدس امیر الہند کی اہلیہ محترمہ بذاتِ خود یا اپنی بہوؤں سے اپنی نگرانی میں تیار کرواتی تھیں جس طرح کہ کمزوروں اور بیماروں کے لیے خوراک کا اہتمام ہوتا اِسی طرح خانقاہ کے مہمانوں کے ایمرجنسی علاج کے لیے ایک ماہر طب اور ایک ماہر ڈاکٹر (میڈیکل و ہومیو پیتھک) کا بھی انتظام ہوتا تھا (حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہاس دارِفانی سے ۲۳ ستمبر ۲۰۰۰ء کو رحلت فرما گئی تھیں)۔
حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ کا خاص ذوق یہ بھی تھا کہ تراویح کے بعد اُس وقت تک آرام نہ کرتیں جب تک اپنے بیٹوں سے یہ نہ پوچھ لیتیں کہ خانقاہ میں جاؤ اور معلوم کرو کسی شخص کو کسی قسم کی ضرورت مثلاً بستر، خوراک وغیرہ ہو تو اُس کو فراہم کی جاتی۔ اس اطمینان کے بعد سوتیں۔
اس کے بعد شرکاء کچھ دیر تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرتے اور عشاء کی نماز کی تیاری میں مشغول ہو کر حسبِ سابق معمولات میں مشغول ہو جاتے تھے۔
نوٹ: زنان خانہ میں بھی مستورات کے لیے تراویح کا اہتمام ہوتا تھا جس کی امامت مرد حفاظ قرآن کرواتے تھے اور وہ پردے میں پڑھتے تھے۔ عام طور پر آپ کے خاندان کا ہی کوئی حافظ یہ فریضہ انجام دیتا۔
یہ معمولات ماہِ صیام کی ہر شب میں جاری رہتے تھے۔ تمام شرکاء ماہِ رمضان کی ہر شب کو خانقاہِ مدنیہ میں لیلۃ القدر کی طرح گزارتے تھے۔ اکثر ذاکرین و سالکین سے ہر دن

گزارنے کے بعد یہ دُعائیہ جملے سننے میں آتا رہتا کہ اے اللہ یہ پورا ماہِ رمضان نصیب فرمادے۔ معلوم نہیں کہ آئندہ نصیب ہوگا یا نہیں اور ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہوئے نظر آتے کہ جو وقت ملا ہے اِس کی قدر کرو۔

حضرتِ اقدس امیر الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی ماہِ رمضان کے جمعوں میں بیان فرماتے ہوئے خصوصیت سے یہ اِرشادِ نبوی دہراتے تھے جس شخص نے تندرسی میں ماہِ رمضان کو پایا اور خوب عبادت کر کے راتوں کو زندہ نہ کیا اور اپنی بخشش نہ کرواسکا، وہ بڑا ہی بدنصیب ہے۔''

حالتِ اعتکاف:

یہاں خانقاہ میں ماہِ رمضان کی ہر رات لیلۃ القدر کا سماں پیش کرتی تھی اس لیے حالتِ اعتکاف کے معمولات کا خاص فرق نہیں ہوتا البتہ معتکفین پر ماہِ رمضان کی جلد جدائی کا صدمہ نمایاں نظر آتا تھا۔

اختتام ماہِ رمضان چاند نظر آنے پر چاند رات کو بھی اسی فکر کے ساتھ گزارا جاتا تھا اِس رات میں گریہ وزاری اپنے عروج پر ہوتی تھی۔ نمازِ فجر کے بعد مہمان نمازِ عید الفطر کی تیاری میں مصروف ہوتے۔ عید گاہ جانے سے قبل تمام مہمانوں کو مختصر سا ناشتہ دیا جاتا تھا جس میں عام طور پر مدینہ منورہ کی کھجور، دودھ میں بنائی ہوئیں سویاں، پستہ و بادام سے مرصّع ہوتی تھیں، چائے بھی دی جاتی تھی۔

معمولات رمضان خلیل احمدؒ:

حضرت مولانا نے اس آخری سفر میں دو رمضان گزارے پہلا رمضان مکہ مکرمہ میں اور دوسرا اور آخری رمضان مدینہ منورہ میں، اس مدنی رمضان میں آپ کے معمولات ایسے تھے کہ جوان سے جوان آدمی بھی ان کو نہ نبھا سکے حالانکہ آپ کی عمر آخری منزل میں تھے

ضعف اور نقاہت اپنی حد کو پہنچ چکی تھی لیکن ہمت جوانوں سے بڑھ کر پائی تھی اور اس میں یقین وتوکل خوف خدا اور آخرت کی تیاری کا بڑا دخل تھا حضرت شیخ مدظلہٗ رمضان کے معمولات کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”رمضان المبارک میں حضرت کے تمام معمولات تقریباً ختم ہوگئے چنانچہ صبح کو اشراق کے بعد دیر تک تلاوت فرماتے اور تھوڑی دیر قیولہ کے بعد زوال سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور ظہر واپس مکان پر تشریف آوری ہوتی بعد ظہر اس ناکارہ کو قرآن پاک سناتے اور معمول کے مطابق بعد نماز عصر مولانا سید احمد صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لاتے وہیں کھجور وزمزم سے روزہ افطار کرتے مغرب کی نماز کے بعد مدرسہ علوم شرعیہ کی چھت پر تشریف لے جاتے اور نوافل میں اس ناکارہ کو دوسپارے سناتے اتنے میں عشاء کا وقت شروع ہوتا نماز عشاء سے فارغ ہوکر پھر اسی جگہ آتے اور قاری محمد توفیق صاحب کی اقتدا میں تراویح پڑھتے یہ نماز بڑے اطمینان سے ہندوستانی وقت کے مطابق سوا بارہ بجے ختم ہوتی تھی اس کے بعد عربی ٦ بجے کے قریب آرام فرماتے اور اس ناکارہ کے لئے حکم تھا کہ آٹھ بجے اٹھا دینا مگر ایک دو دفعہ کے علاوہ مجھے یاد نہیں کہ حضرت کو بیدار کرنا پڑا بلکہ جب بھی میں پہنچا حضرت کو بیدار پایا، اس کے بعد مدرسین پڑھنے والے دو طالب علموں سے قرأت نافع میں علیحدہ علیحدہ دو پارے سنتے کیونکہ حضرت کو ایک طویل عرصہ سے قرأت نافع کے سننے کا بڑا شوق تھا۔ (تاریخ مشائخ چشت: ۳۱۴)

حرم نبوی میں نماز کا اہتمام:

حضرت مولانا کو حرم نبوی میں اگلی صف میں نماز پڑھنے کا بہت زیادہ اہتمام رہتا تھا گرمی

جاڑا ہو یا برسات کا موسم ہو آپ کسی دشواری اور رکاوٹ کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور پہلی صف میں پہنچ جاتے تھے مولانا سید اصغر حسین صاحب دیو بندی جو حضرت مولانا کے آخری سفر حج میں ساتھ تھے اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

''احقر جس زمانہ میں مدینہ منورہ میں مقیم تھا گرمی نہایت شدید تھی اور مسجد نبوی کی پہلی صف میں نماز پڑھنا نہایت دشوار تھا مغرب اور عشاء بلکہ فجر کی نماز میں بھی ہزار ہا نمازی اندرون مسجد کو چھوڑ کر صحن مسجد میں نماز ادا کرتے تھے لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت ہمیشہ پنجوقتہ صف اول میں ممبر مبارک کے متصل نماز ادا کرتے (ا) تھے نماز کے بعد جب احقر مکان پر حاضر ہوتا تو بطور خوش طبعی و لطافت کے فرماتے کہو سید صاحب آج کون سی صف میں نماز پڑھی؟ احقر مطابق واقعہ کے چوتھی یا پانچویں صف میں نماز پڑھنا بیان کرتا اور کہتا تھا کہ حضرت پہلی اور دوسری صف میں گرمی نا قابل برداشت ہو جاتی ہے فرماتے کہ بھائی یہاں تو ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے گرمی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔'' (تذکرۃ الخلیل: ۳۶۳)

زندگی کا آخری رمضان اور اس کی تیاری:

بذل المجہود کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کے ساتھ ساتھ عمر کی آخری منزل تک آپ پہنچ رہے تھے، ضعف و اضمحلال پوری طرح طاری ہو رہا تھا اور دنیا والوں کے انقطاع اور اپنے مالک و پروردگار سے تعلق و اتصال بڑھ رہا تھا، یوں بھی ہر رمضان المبارک میں آپ کے معمولات اتنے مشغول اور زیادہ ہوتے تھے کہ سوائے تلاوت، ذکر و عبادت اور ضروری خطوط یا ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے اور کوئی مشغلہ رہ نہ جاتا اس مرتبہ آپ کا طرز عمل اور طریقہ زندگی اور زیادہ بدلا ہوا تھا رمضان المبارک سے بہت پہلے آپ نے اہل تعلق کو

خطوط لکھوائے کہ وہ رمضان المبارک میں خط وکتابت سے پرہیز کریں خصوصاً خطوں کے جوابات کا انتظار نہ کریں۔مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی لکھتے ہیں:

''احقر کے پاس ۲ شعبان ۱۳۴۵ھ کا لکھا ہوا خط آیا تو اس میں تحریر فرمایا تھا اب رمضان شریف آ گیا خطوط کا لکھنا دشوار ہے لہذا جواب کا انتظار چھوڑ دیجیئے اور رمضان بعد مولوی زکریا وغیرہ احباب حج کے لئے واپس ہوں گے اور بعد فراغ حج وطن کو واپس ہوجاویں گے پھر جواب کا ملنا نہایت ہی مشکل اور دشوار ہے بہر کیف اب آپ خیریت سے اطلاع کرتے رہیں اور ممکن ہوا تو کبھی کبھی میں بھی اپنی خیریت لکھ دیا کروں گا۔'' (تذکرۃ الخلیل ۲۵۴)

رمضان کی آمد اور آپ کی محنت وعزیمت:

رمضان مبارک آیا تو آپ نے سارے معمولات ختم فرمادئے اور پورا رمضان سخت مجاہدے محنت وعزیمت کے ساتھ گزارا دن بھر خود تلاوت فرماتے اور رات بھر سماعت فرماتے شاید دو تین گھنٹے شب وروز سوتے ہوں اس رمضان میں آپ نے ایسی محنت فرمائی کہ دیکھنے والے حیرت میں پڑ جاتے کہ اتنا ضعف و ناتواں شخص جو ابھی بیماری سے اٹھا ہے جس میں نہ چلنے کی طاقت ہے نہ بولنے کی وہ دن کے بارہ گھنٹے کلام الٰہی کی تلاوت کس ذوق وشوق اور والہانہ طور پر کر رہا ہے اور جب رات آتی ہے تو اس کا ذوق عبادت اور شوق تلاوت وسماعت دو چند ہوجاتا ہے اور غذا کیا ہے؟ دو چار فنجان چائے اور آدھی چپاتی، جس مختصر غذا اور مسلسل محنت وعبادت، تلاوت کے ساتھ گزارا وہ جوان سے جوان اور محنتی سے محنتی شخص کے لئے عبرت وموعظت کا سامان ہے مولانا عاشق الٰہی صاحب آپ کی محنت ومشقت کا حال دو جملوں میں بیان کرتے ہیں:

''وہ مبارک مہینہ اس مجاہدہ تامہ میں گزرا کہ بیان کرنے کی طاقت نہیں ہے۔''

زندگی کا آخری رمضان اور اس کی تیاری:

بذل المجہود کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کے ساتھ ساتھ عمر کی آخری منزل تک آپ پہنچ رہے تھے،ضعف و اضمحلال پوری طرح طاری ہورہا تھا اور دنیا والوں کے انقطاع اور اپنے مالک و پروردگار سے تعلق و اتصال بڑھ رہا تھا، یوں بھی ہر رمضان المبارک میں آپ کے معمولات اتنے مشغول اور زیادہ ہوتے تھے کہ سوائے تلاوت ،ذکر وعبادت اور ضروری خطوط یا ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے اور کوئی مشغلہ رہ نہ جاتا اس مرتبہ آپ کا طرز عمل اور طریقہ زندگی اور زیادہ بدلا ہوا تھا رمضان المبارک سے بہت پہلے آپنے اہل تعلق کو خطوط لکھوائے کہ وہ رمضان المبارک میں خط وکتابت سے پرہیز کریں خصوصاً خطوں کے جوابات کا انتظار نہ کریں۔مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی لکھتے ہیں:

''احقر کے پاس ۲ شعبان ۱۳۴۵ھ کا لکھا ہوا خط آیا تو اس میں تحریر فرمایا تھا اب رمضان شریف آ گیا خطوط کا لکھنا دشوار ہے لہذا جواب کا انتظار چھوڑ دیجیئے اور رمضان بعد مولوی زکریا وغیرہ احباب حج کے لئے واپس ہوں گے اور بعد فراغ حج وطن کو واپس ہو جاویں گے پھر جواب کا ملنا نہایت ہی مشکل اور دشوار ہے بہر کیف اب آپ خیریت سے اطلاع کرتے رہیں اور ممکن ہوا تو کبھی کبھی میں بھی اپنی خیریت لکھ دیا کروں گا۔'' (تذکرۃ الخلیل ۴۵۲)

''احقر کے پاس ۲ شعبان ۱۳۴۵ھ کا لکھا ہوا خط آیا تو اس میں تحریر فرمایا تھا اب رمضان شریف آ گیا خطوط کا لکھنا دشوار ہے لہذا جواب کا انتظار چھوڑ دیجیئے اور رمضان بعد مولوی زکریا وغیرہ احباب حج کے لئے واپس ہوں گے اور بعد فراغ حج وطن کو واپس ہو جاویں گے

پھر جواب کا ملنا نہایت ہی مشکل اور دشوار ہے بہرکیف اب آپ خیریت سے اطلاع کرتے رہیں اور ممکن ہوا تو کبھی کبھی میں بھی اپنی خیریت لکھ دیا کروں گا۔'' (تذکرۃ الخلیل ۴۵۲)

حضرت حاجی صاحبؒ کا معمول

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ: سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ خاص کر رمضان المبارک کی راتوں میں شب بیداری کا اہتمام فرماتے تھے، مغرب کے بعد دو حافظ اوابین میں سناتے، عشاء کے بعد تراویح میں نصف شب تک تین حافظ سناتے، اس کے بعد نوافل تہجد میں دو حافظ قرآن پاک سناتے تھے، اسی طرح پوری رات گزر جاتی تھی۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ: حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے رمضان المبارک ۱۲۷۷ھ میں سفر حجاز کے دوران روزانہ ایک ایک پارہ یاد کر کے حفظ قرآن مکمل فرمایا تھا، پھر بکثرت قرآن پاک کا ورد رکھتے تھے اور تراویح میں بڑی مقدار میں قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ: حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ رمضان المبارک شروع ہوئے ہی اپنی تمام مصروفیات (مجالس ومکاتیب وغیرہ) ختم کر کے پورے طور پر خلوت نشیں ہو کر مصروف عبادت وریاضت ہو جاتے، رات دن کے ۲۴ گھنٹے میں صرف ایک گھنٹہ آرام فرماتے، تلاوت قرآن کریم سے نہایت شغف تھا، آپ حافظ قرآن بھی تھے، اس لئے شب کا قریب قریب سارا وقت تلاوت میں صرف ہوتا، جب خود تراویح میں قرآن کریم سناتے تو دو ڈھائی بجے فراغت ہوتی اور اخیر عمر جب خود سنانا موقوف ہو گیا تو تراویح میں پورے مہینہ میں تین چار ختم سن لیا کرتے تھے، عصر

ومغرب کے درمیان کاوقت عام دربار اور سب کی ملاقات کیلئے مخصوص ہوتا، اس کے علاوہ بغیر کسی خاص ضرورت کے آپ کسی سے نہ ملتے، اور حجرہ شریف کا دروازہ بند فرما کر خلوت کے مزے لوٹتے اور اپنے مولائے کریم سے راز و نیاز میں مشغول رہتے، اس لئے عشاق وزائرین نماز میں آتے جاتے آپ کی زیارت پر اکتفا کر کے طبعی سکون حاصل کرتے تھے، ماہ رمضان میں تو اس قدر مجاہدہ بڑھ جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کو ترس آتا تھا، افطار و سحر دونوں کا کھانا بمشکل دو پیالی چائے اور آدھی یا ایک چپاتی ہوتا تھا۔

حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی رمضان المبارک میں خاص حالت ہوتی اور دن رات عبادت خداوندی کے سوا کام ہی نہ ہوتا، آپ اگرچہ خود حافظ نہ تھے لیکن نہایت اشتیاق کے ساتھ دیگر حفاظ کرام سے تراویح اور تہجد کے نوافل میں ساری ساری رات کلام پاک سنتے تھے، بعض تراویح میں آپ کا چھ چھ اور دس دس پارے سننے کا معمول بھی نقل کیا گیا ہے، ساری ساری رات آپ متعدد حفاظ سے کلام پاک سننے میں گزار دیتے، تہجد کی جماعت میں دیگر اہل خانہ اور متعلقین بھی شرکت کرتے، مسلسل کھڑے ہونے کی بنا پر آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا تو دل میں خوش ہوتے کہ اس سنت کی ادائیگی کی بھی سعادت حاصل ہوگئی، ایک مرتبہ کم کھانے اور طول قیام سے رمضان المبارک میں نہایت کمزور ہوگئے، پاؤں کا ورم بھی بہت زیادہ ہوگیا، مگر قلبی شوق تھا کہ چین نہ لینے دیتا تھا، کثیر مقدار میں قرآن مجید سننے کے لئے مستعد تھے، آخر لاچار ہو کر گھر کی عورتوں نے حافظ کفایت اللہ صاحب (جن سے آپ کثر قرآن سنا کرتے تھے) کو کہلا بھیجا کہ آج کسی بہانے سے تھوڑا سا ہی پڑھا کر بس کر دیجئے، مولوی صاحب نے تھوڑا

سا پڑھا کر اپنی طبیعت ناساز ہونے کا عذر پیش کیا، چونکہ حضرت کو دوسروں کی راحت کا بہت خیال رہتا تھا، خوشی سے منظور کرلیا، اندر حافظ صاحب لیٹ گئے اور باہر خود حضرت آرام فرمانے لگے، مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص آہستہ آہستہ پاؤں دبا رہا ہے، انہوں نے ہوشیار ہوکر جب دیکھا کہ خود حضرت شیخ الہند پاؤں دبارہے ہیں تو ان کی حیرت اور ندامت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، حافظ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے تو مولانا نے فرمانے لگے کہ نہیں بھائی کیا حرج ہے، تمہاری طبیعت اچھی نہیں، ذرا راحت آجائے گی (سوانح شیخ الہند اصغری)۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ: محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ باوجود کثیر علمی مصروفیات اور تصنیفی مشغولیات کے رمضان المبارک کا نہایت اہتمام فرماتے، جب تک طاقت رہی کبھی تراویح میں قرآن پاک سنانا نہیں چھوڑا، عموماً تراویح میں قرآن پاک سوا پارہ پڑھنے کا معمول رہا، جو انتہاہی ترتیل کے ساتھ پڑھا جاتا، رات میں تہجد کی نوافل میں انہماک بھی رہتی، دن کے اوقات اکثر تلاوت اور علمی انہماک میں گزارتے تھے اور جوں جوں عمر بڑھتی گئی اس اہتمام میں اضافہ ہوتا گیا۔

حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کو تلاوت سے اس قدر شغف تھا کہ رمضان کے علاوہ بھی ایک ایک دن میں دسیوں پارے پڑھنے کا معمول تھا، ایک تبلیغی اجتماع میں (جو صرف ایک رات اور ایک دن کا تھا) ۳ قرآن کریم ختم کئے، علاوہ ازیں رمضان المبارک میں میں یومیہ ۳۰ پارے پڑھنے کا عرصہ تک (تقریباً ۴۲ سال تک) معمول رہا۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ: شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے یہاں رمضان

المبارک کا مہینہ باغ و بہار کا زمانہ ہوتا تھا،آپ اپنے تمام دینی وسیاسی اسفار موقوف فرما کر ایک جگہ پورے ماہ قیام فرماتے اور تشنگان معرفت کو اپنے فیوض عالیہ سے پوری طرح سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کرتے تھے، ملک کی تقسیم سے قبل تک سلہٹ (بنگلہ دیش) میں قیام رمضان کا معمول رہا اور تقسیم کے بعد ناندہ اور بانسکنڈی (آسام) میں قیام فرماتے رہے، دن میں زیادہ تر وقت تلاوت، اصلاح اور ارشاد میں گزارتے، عصر کے بعد قرآن کریم کا دور فرماتے، اس کے بعد افطار تک استغراق کی حالت میں رہتے، مغرب کے بعد ۲ رکعت نفل نہایت طویل ادا فرماتے، تراویح کی امامت عموماً خود ہی نہایت اطمینان کے ساتھ فرماتے اور ہر تراویح میں کافی دیر توقف فرما کر ذکر واذکار میں مشغول رہتے، تراویح کے بعد مختصر واعظ ہوتا جس میں بہت بڑا مجمع شریک ہوتا، آپ کے یہاں تہجد کی باجماعت ادائیگی کا معمول تھا، ایک قرآن پاک آپ خود پڑھتے، دوسرا مولانا جلیل صاحب مرحوم پڑھا کرتے تھے، ہر سورۃ کے شروع میں جہرا بسم اللہ پڑھنے کا بھی معمول تھا۔ اخیر عمر تک آپ کے مجاہدات میں کوئی فرق نہیں آیا، ٹانڈہ کے قیام کے زمانہ میں گرمی سخت تھی، پھر ضعف اور مرض کی وجہ سے خشکی کی بنا پر آپ کے لئے پڑھنا دشوار ہوتا تھا، لیکن اس حال میں بھی آپ نے پورا کلام پاک اسی شان کے ساتھ سنایا جو آپ کا امتیاز تھا، رمضان میں متوسلین کے جھرمٹ میں رہنے کے باوجود آپ کا انقطاع عن الخلق قابل رشک تھا اور وہ اور وہ کیفیت رہتی تھی جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، آخری رمضان میں آپ بانسکنڈی (آسام) میں گزارا، یہاں تراویح میں آپ کے منجھلے صاحب زادے حضرت مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ العالی (صدر جمعیۃ العلماء ہند) نے پہلی مرتبہ قرآن پاک سنانے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت قاری صدیق احمد باندویؒ: خادم القرآن حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ کو بھی تلاوت قرآن سے بے حد شغف تھا، اسفار میں مسلسل تلاوت جاری رہتی اور دسیوں پارے تلاوت فرمالیتے، رمضان المبارک کے مہینے میں یہ اہتمام مزید بڑھ جاتا، آپ کے بعض سوانح نگاروں نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک اہل بدعت کے علاقہ میں تراویح سنانے تشریف لے گئے، تو ایک ہی رات تراویح میں ۲۱ پاروں کی تلاوت فرمادی۔ (تذکرہ الصدیق ۱/ ۴۱۷)

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ: بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ رمضان المبارک میں عبادت و ریاضت اور تلاوت میں بہت اضافہ فرمادیتے، مغرب کے بعد اوابین اتنی طویل ادافرماتے کہ اکثر عشاء کی اذان ہوجاتی، تراویح خود ہی پڑھاتے، اس کے بعد کچھ آرام فرما کر تہجد کے لئے اٹھ جاتے اور سحری ختم ہونے تک درود وظائف میں مشغول رہتے، پھر قدرے آرام فرما کر تبلیغی جماعتوں کی ترتیب اور رخصتی وغیرہ میں مشغول رہتے، رمضان بھر عصر کے بعد سے مغرب تک ذکر جہری کا معمول رہتا، جبکہ غیر رمضان میں اخیر شب میں ذکر فرماتے۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ: محدث کبیر حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوریؒ خود فرماتے ہیں کہ ایک قاری صاحب جو میرے دوست تھے، میری ملاقات کیلئے تشریف لائے، رمضان شریف کے آخری ایام تھے، وہ بڑا نفیس قرآن پڑھتے تھے، میں نے کہا بجائے وقت گزارنے کے چلو نفل پڑھتے ہیں، چنانچہ ان قاری صاحب نے نفل کی نیت باندھ لی اور میں نے اقتدا کی ،بس تو پھر کیا پوچھنا وہ تو پڑھتے چلے گئے اور میں لطف اٹھاتا چلا گیا، وہ اکسپریس گاڑی کی طرح سورتوں کے اسٹیشن طے کرتے چلے گئے اور سحری سے پہلے پورے قرآن کریم دو رکعتوں میں ختم کرڈالا۔ (بینات، بنوری نمبر ۷۰۶)

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے خاص مناسبت ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دورہ فرمایا کرتے تھے......(بخاری شریف)

الحمدللہ صرف رمضان المبارک کے مہینہ میں پوری دنیا میں جتنا قرآن پاک پڑھا جاتا ہے شاید سال بھر میں بھی اتنا نہ پڑھا جاتا ہوگا......اہل اللہ اور شائقین عبادت کے لئے یہ مقدس مہینہ موسم بہار بن کر آتا ہے، رمضان کا چاند دیکھتے ہی ان کے ذوق وشوق اور نشاط میں بے مثال اضافہ ہوجاتا ہے......

اب جی چاہتا ہے کہ رمضان کی مبارک ساعتیں ذکرواذکار اور تلاوت وعبادت میں گزریں اوران بابرکت مصرفیتوں میں دنیا کی کوئی مصروفیت حائل نہ ہو، اور جب یکسوئی کے ساتھ آدمی کسی عبادت میں لگتا ہے تو حیرت انگیز طور پر عبادت کی مقدار بھی بڑھ جاتی ہے، اور وقت میں بھی صاف طور پر برکت کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے......تمام اہل اللہ کا تجربہ ہے کہ دل کی صفائی، ایمانی کیفات میں زیادتی اورانسان میں استقامت کی صفات پیدا کرنے میں سب سے زیادہ پر اثر اورقوی التاثیر عمل ''قرآن کریم کی تلاوت'' ہے......اس لئے باتوفیق حضرات کی زندگی میں تلاوت میں اشتغال سب سے زیاہ نظر آتا ہے، اورفطری طور پر رمضان المبارک آتے ہی شوق میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے......

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ

قطب عالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کا رمضان المبارک میں مجاہدہ اس قدر بڑھ جاتا تھا کہ دیکھنے والوں کو رحم آجاتا، ۷۰/ سال کی عمر میں بھی عبادت کا

یہ عالم تھا کہ دن بھر کے روزہ کے بعد اوبین کی بیس رکعتوں میں کم از کم دو پارے تلاوت فرماتے، تراویح بھی نہایت اہتمام اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا فرماتے، بچے ہوئے وقت میں زبانی تلاوت جاری رہتی، تہجد میں بھی دو ڈھائی گھنٹہ صرف ہوتے، نماز فجر کے بعد اشراق تک وظائف میں مشغول رہتے، دن کے اکثر اوقات بھی تلاوت واذکار اور مراقبہ میں گزرتے تھے، اس میں بھی یومیہ کم از کم ۱۵ / پارے قرآن کریم پڑھنے کا معمول تھا......(اکابر کا رمضان)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا رمضان المبارک اور اس کی عبادات میں انہماک زبان زد خاص وعام اور ضرب المثل ہے...... ۴۲ سال تک رمضان المبارک میں روزانہ ۳۰، ۳۵ پارے پڑھنے کا معمول تھا، رمضان کی راتیں تدبر کے ساتھ تلاوت کلام پاک میں گزارتے......خط وکتابت بالکل بند رہتی، ملاقاتوں کا سلسلہ بھی بہت کم ہوجاتا، ۱۳۸۴ھ سے آپ نے پورے ماہِ مبارک کا اعتکاف فرمانا شروع کیا، آئندہ سالوں میں شائقین ومحبین کی تعداد روز افزوں ہوتی رہی اور یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ اس کی نظیر قریبی بزرگوں کے حالات میں نہیں ملتی......سہارنپور کے علاوہ آپ نے مدینہ منورہ، فیصل آباد (پاکسان) اور اسٹینگر (جنوبی افریقہ) میں بھی رمضان میں قیام فرمایا......

آپ کی خانقاہ میں رمضان المبارک کی راتیں دن کا سماں پیش کرتی تھیں...... بہت لوگ جاگ کر ذکر وتلاوت میں مشغول رہتے اور صبح کی نماز کے بعد آرام کا معمول ہوتا...... دس بجے کوئی اصلاحی بیان ہوتا، پھر ظہر تک ذکر میں مشغول رہتے تھے......عصر کے بعد سلوک

وتصوف سے متعلق کتابوں (امداد السلوک اور کمال الشیم) کی سماعت ہوتی...... افطار سے ۲۰ منٹ قبل یہ سلسلہ موقوف ہوجاتا، پھر مغرب کے بعد کھانے سے فراغت کے بعد حضرت والا کی خصوصی مجلس ہوتی...... تراویح میں تین پارے پڑھے جاتے جس میں ڈیڑھ گھنٹہ صرف ہوتا، وتر سورۃ یٰسین کے ختم اور ۴۰ درود شریف پڑھنے کے بعد دعا کا معمول ہوتا...... حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اعتکاف میں فضول بات چیت اور مجلسی گفتگو سخت ناپسند تھی، اور آپ اپنے معتمد حضرات کے ذریعہ اس پر پوری نگاہ رکھتے تھے اور اگر کسی کی کوتاہی ظاہر ہوتی تو اس پر نکیر فرماتے تھے...... (معمولات رمضان وغیرہ)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مفتی اعظم دار العلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ کا رمضان دیکھ کر رشک آتا تھا، اس ضعف ونقاہت کے عالم میں بھی عبادت کی ہمت کے ساتھ ادائیگی آپ ہی کا حصہ تھا...... جب تک طاقت رہی رمضان میں روزانہ تیس پارے پڑھنے کا معمول رہا، اشراق، چاشت، اوبین اور تہجد کے علاوہ نمازوں کی سنن موکدہ میں طویل قرآت کا اہتمام فرماتے تھے...... چھتہ کی مسجد دیوبند میں آپ اکثر رمضان میں قیام فرماتے تھے، سالوں سے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمانے کا معمول رہا...... سینکڑوں متوسلین اس موقع کو غنیمت جان کر آپ کی قدم بوسی کے حاضر ہوتے تھے، مسجد وچھتہ کی رونق رمضان میں دوبالا ہوجاتی تھی...... بعد میں بنگلہ دیش اور میل وشارم (مدارس) میں بھی قیام فرمایا، جس کا عظیم الشان دینی فائدہ ان علاقوں میں ظاہر ہوا......

آپ کی خانقاہ میں دن رات تلاوت، ذکر اور مجاہدہ کا سماں رہتا تھا...... صبح ۱۱ سے ۱۲ بجے تک

الاعتدال گلدستہ سلام وغیرہ کتابوں کی تعلیم ہوتی......ظہر سے عصر کے درمیان ختم خواجگان اور ذکر جہری کا معمول تھا......عصر کے بعد فضائل رمضان، اکابر کا رمضان اور کمال الشیم وغیرہ کتابیں پڑھی جاتی تھیں......

تراویح میں تین یا کم ازکم دو کلام پاک پڑھے جاتے تھے، تہجد کی جماعت کا اہتمام نہیں تھا، لوگ الگ الگ یا دو تین ساتھی مل کر ادا کرتے تھے......حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے تلاوت میں مشغول رہتے، ظہر کی اذان ہوتے ہی سنت کی نیت باندھ لیتے اور جماعت کے قریب تک نماز میں تلاوت کرتے رہتے تھے......یہی کیفیت ظہر اور عشاء کی سنتوں میں بھی رہتی......اسی طرح چاشت کی نماز میں بھی طویل قرآت فرماتے تھے، بالخصوص رمضان المبارک میں آپ کے چہرے پر انوار و برکات کا ایسا اثر دکھائی دیتا تھا کہ نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں اور اس قدر مسلسل عبادت کے باوجود آپ کے روئے انور سے تکان کا احساس بھی نہ ہوتا تھا......اے اللہ! اپنے فضل سے ہمیں بھی ایسا ہی شوق تلاوت وعبادت عطاء فرمادے، آمین......

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ

عارف باللہ حضرت اقدس قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک کا خاص اہتمام فرماتے تھے، عرصہ دراز تک باندہ کی جامع مسجد میں شروع کے دس دنوں میں تراویح میں ایک قرآن پاک سنانے کا معمول رہا......

دوسرے عشرہ میں اپنے اکابر حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود

صاحب گنگوہی وغیرہ کی خدمت میں چند یوم قیام کا معمول رہا......اس کے بعد اخیر عشرہ سے پہلے پہلے واپس ہتھورا تشریف لے آتے اور آخری عشرہ کا اعتکاف فرماتے تے اور اس اعتکاف کا ایسا التزام تھا کہ فرماتے تھے کہ ۱۶ سال کی عمر کے بعد سے کبھی اعتکاف کا ناغہ نہیں ہوا......

پہلے یہ اعتکاف ہتھورا کی گاؤں کی مسجد میں ہوتا تھا، بعد میں مدرسہ کی مسجد میں ہونے لگا، اور مجمع بھی آہستہ آہستہ بڑھنے لگا......

آخری عشرہ میں بھی ۳، ۳ پارے سنا کر تراویح میں ایک ختم اور فرمایا کرتے تھے......

رمضان المبارک کے اکثر اوقات ذکر و فکر اور تلاوت میں گزرتے اور وقت کا ضیاع بالکل پسند نہ فرماتے تھے......رمضان المبارک میں طبعیت تو یہ چاہتی ہے کہ میں ہوں اور کچھ ہم مزاج احباب ہوں، قرآن پاک کی تلاوت ہو اور اس کی یاد ہو لیکن کیا کروں مجبوری ہے ان دنوں اگر کوئی مجھ سے (بلا مقصد) بات کرتا ہو تو یوں لگتا ہے جیسے کسی نے مجھ پر گولی چلادی ہے'' ......(تزکرۃ الصدیق)

رمضان المبارک میں آپ سحری سے کافی پہلے بیدار ہو کر نوافل تہجد میں مشغول ہو جاتے، پھر سحری کے بعد اول وقت فجر کی نماز ادا کی جاتی، اس کے بعد آپ کا یا کسی مہمان عالم کا اصلاحی بیان ہوتا، اس کے بعد آپ نماز اشراق ادا کر کے آرام فرماتے......دس بجے کے قریب بیدار ہو کر نماز چاشت ادا فرماتے اور پھر تلاوت میں مشغول ہو جاتے، اس دوران ضروری ملاقاتوں ور دیگر امور کی تکمیل کا سلسلہ بھی جاری رہتا......نماز ظہر سے کچھ پہلے آرام فرماتے، پھر ظہر کے بعد ایک گھنٹہ کے قریب بیان فرماتے، اس کے بعد پھر تلاوت کا سلسلہ شروع ہو جاتا، بہت سے معتکفین چھوٹے چھوٹے تعلیمی حلقے قائم کر کے قرآن

مجید کی تصیح اور علمی مذاکرہ میں مشغول رہتے ،عصر کے بعد فضائل رمضان کتاب سنائی جاتی پھر ذکر کرنے والے حضرات ذکر میں مشغول رہتے اور حضرت اس وقت دیکھ کر تلاوت فرماتے تھے، اور تراویح کے بعد زادالسعید سے درود پاک سنانے اور دعا کا معمول تھا، آپ عموماً تراویح کے بعد ہی کھانا تناول فرمایا کرتے تھے......

الحمدللہ وفات کے سال تک یہ معمولات برابر جاری رہے، اور آپ کی طرف سے ہر طرح کے تکلفات سے اجتناب کے باوجود بڑی تعداد میں شائقین سے اکتسابِ فیض کے لئے ہتھورا پہنچتے رہے......(تحفہ رمضان)

معمولات رمضان سے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کا ارشاد

ماہِ رمضان میں نزول قرآن سے برکت ہونے کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ برکت اس کو قرآن کے نازل ہونے سے حاصل ہوئی۔ ایک یہ کہ برکت اس ماہ میں پہلے سے تھی اور قرآن کے ہونے سے یہ نور علی نور ہو گیا ہو۔اسی کے مناسبت نعت کا یہ شعر ہے ؎

نبی خود نور، اور قرآن ملا نور نہ ہو پھر ملکے کیوں نور علیٰ نور

اسی طرح یہاں ہوگا کہ رمضان خود نور پھر قرآن دوسرا نور۔بس اس سے مل کر یہ نور علیٰ نور ہو گیا۔اور اس کی فضلیت کے بیان میں قرآن شریف کا نازل ہونا ہی کافی ہے اور کسی فضلیت کے بیان کی حاجت نہیں۔اور چونکہ رمضان اور قرآن میں مناسبت ہے اسی لئے اعلیٰ درجہ کی عبادت اس ماہ میں تلاوت قرآن تجویز کی جاتی ہے۔

اور تلاوت قرآن کی طرف اس ماہ میں میلان بھی زیادہ ہوتا ہے اسی لئے میں اپنے

احباب کومشورہ دیا کرتا ہوں کہ قرآن کی تلاوت کواس ماہ میں دوسری عبادت پر غالب رکھیں۔اوراس لئے میں نئے طالبین کواس ماہ میں کچھ بتلاتا نہیں۔جی یوں چاہتا ہے کہ اس ماہ میں تلاوت کوغالب رکھیں اوراس تجویز کی اس سے تقویت ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رمضان میں قرآن کا دور کرتے تھے اوروفات کے سال دودفعہ دور ہوا ہے۔صحابہ کا اور امت کا یہی عمل رہا ہے کہ رمضان میں ختمات قرآن کا خاص اہتمام کیا ہے۔علماء کا بھی یہی قول ہے کہ اس ماہ میں تراویح میں ایک دفعہ کلام اللہ کے ختم کوسنت مؤکدہ کہا ہے۔لیکن سنت اس وقت ہے کہ اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو،اوراگر مفسدہ ہوتو اس کوترک کردیں گے۔مثلاً ٹھیکہ دار حافظ کے سوا اور کوئی نہیں ملتا ہو،چونکہ بعض جگہ اس سنت پرعمل کرنے سے یہ خرابی پیدا ہوتی ہے اس لئے وہاں اس سنت کوترک کردیں گے۔

